INTERMEDIATE

URDU SELECTIONS

PART II—POETRY

PUBLISHED BY THE
UNIVERSITY OF CALCUTTA
1938

ڈاکٹر سر محمد اقبال

آپ کي ولادت سنه ۱۸۷۶ ع میں بمقام سیالکوٹ هوئي - آپکے آبا و اجداد پنڈتان کشمیري تھے جنھوں نے اسلام قبول کیا - ایم، اے پاس کرنے کے بعد تین سال یورپ میں رهے اور سنه ۱۹۰۸ ع میں پي ' اچ ' ڈي کي ڈگري لیکر واپس آئے - سنه ۱۹۳۴ ع تک بیرسٹري کرتے رهے -

شعر و سخن سے طالب العلمي کے زمانے میں شوق هوا - داغ دهلوي سے تلمذ حاصل کیا - پہلے تغزل کي طرف طبیعت مائل هوئي پھر " نیسچرل " شاعري میں ایک نئي روح پھونکي - اسلام اور فلسفۂ زندگي اور تصوف پر متعدد نظمیں لکھیں جو نہایت مقبول هوئیں - سنه ۱۹۲۲ ع میں آپ کو " سر " کا خطاب ملا -

آپ کي بعض نظموں کا ترجمه انگریزي اور اور زبانوں میں هوا اور آپ کي شهرت نے ایک بین الاقوامي حیثیت حاصل کي -

آپکي وفات ۲۱ اپریل سنه ۱۹۳۸ ع کو ۶۳ برس کي عمر میں هوئي - آپ اردو اور فارسي دونوں زبانوں کے قادر الکلام شاعر تھے -

آپ کي تصانیف یه هیں - بانگ درا - بال جبریل - ضرب کلیم - اسرار خودي - رموز بیخودي - پیام مشرق - زبور عجم - جاوید نامه و مسافر -

---

وحشت

آپ کا نام رضا علي هے - آپ سنه ۱۸۸۱ ع میں بمقام کلکته پیدا هوئے - مدرسهٔ عالیهٔ کے کلکته کے بهرهٔ انگریزي میں تعلیم پائي - فن شعر سے طالب العلمي هي کے زمانے سے ربط تها - مولوي ابو القاسم محمد شمس ولد نساخ مرحوم سے تلمذ حاصل کیا - اردو اور فارسي دونوں زبانون میں شعر کهتے هے - سنه ۱۹۱۱ ع میں آپ کا دیوان شائع هوا جسکي نسبت مولانا حالي، ظهیر دهلوي، علامه شبلي، شوق قدوائي، ڈاکٹر اقبال اور دیگر اکابر عصر نے تحسین آمیز کلمات تحریر فرمائے -

آپ امپیریل رکارڈ دیپارٹمنٹ کے چیف مولوي تهے اور جب سنه ۱۹۲۶ ع میں اسلامیه کالج کلکته قائم هوا تو اردو کے پروفسر مقرر هوئے - سنه ۱۹۳۱ ع میں سرکار نے 'خان بهادر' کا خطاب عطا کیا - فی الحال سرکار سے وظیفه پاتے هیں -

---

حسرت موہانی

مولانا سید فضل الحسن حسرت دور حاضرہ کے مشہور شاعر ہیں۔ آپ کا وطن موہان ہے جو اودھ کا ایک قصبہ ہے۔ علیگڑھ میں آپ کی تعلیم ہوئی جہاں سے بی۔اے کی ڈگری حاصل کی۔ علیگڑھ سے رسالہ اردوے معلی شائع کیا جسکے ذریعے اردو کی بے انتہا خدمت کی اور کر رہے ہیں۔ یہ رسالہ اب عرصے سے کانپور سے شائع ہوتا ہے جہاں مولانا مقیم ہیں۔ آپ مدتوں کانگریس کے معزز رکن رہے اور سرکار انگلشیہ سے مخالفت کرنے کے الزام پر قید کی بھی سزا اٹھائی۔ آپ فقیرانہ انداز سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ حج بیت اللہ سے بھی مشرف ہوئے ہیں۔ غزل کی طرف آپکی طبیعت خاص طور پر مائل ہے اور اس فن میں آپ کا پایہ بہت بلند ہے۔ آپ کے کلام میں تغزل کی تمام خوبیاں موجود ہیں۔ آپ نے متعدد شعرا کے دواوین کا انتخاب 'اردوے معلی' میں شائع کیا خصوصاً ایسے شعرا کا جنکا کلام عام طور پر دستیاب نہیں ہے۔

شاد عظیم آبادي

شاد تخلص سید علي محمد نام - آپکي ولادت سنه ۱۸۴۶ عیسوي میں بمقام عظیم آباد هوئي - والد بزرگوار کا نام سید محمد عباس میرزا تھا جنکا شمار عظیم آباد کے عالي خاندان روٴسا میں تھا ۔

عین شباب سے فن شعر کي طرف سائل رهے اور پوري زندگي اسکي خدمت میں وقف کردي - مشاهیر شعراء میں آپ کا پایه همیشه ممتاز سمجھا گیا - تلامذۂ کثیر آپ کے خرمن فیض کے خوشه چیں هوکر سر افراز هوئے - غزل کي طرف آپکي توجهه خاص طور پر رهي - ساتهه هي اِسکے فن مرثیه گوئي میں بھي کمال پیدا کیا - ایک مجموعه آپکي غزلیات کا موسوم به " کلام شاد " دار المصنفین اعظم گڑهه کے زیر اهتمام شائع هوا تھا- آپکي تصانیف میں ایک ناول صورۃ الخیال بھي مشهور هے ۔

سنه ۱۸۹۱ ع میں آپ کو سرکار نے خطاب "خاں بهادر" عطا کیا اور ایک هزار روپیه سالانه انهیں برابر ملتا رها ۔

نواب سید نصیر حسین خیال مرحوم جو اردو کے مشهور ادیب تھے آپکے بھانجے تھے ۔

حضرت شاد نے سنه ۱۹۲۷ ع میں انتقال کیا ۔

غالب

نجم الدولہ دبیرالملک اسد اللہ خاں بہادر نظام جنگ معروف بہ میرزا نوشہ پہلے 'اسد' تخلص کرتے تھے پھر 'غالب' تخلص اختیار کیا۔ مولد آپ کا اکبر آباد ہے۔ دھلي میں سکونت اختیار کي تھي۔ اخیر تاجدار دھلي سراج الدین ابوظفر بہادر شاہ کے دربار میں آپ کا رتبہ بلند تھا۔ ذوق کي وفات کے بعد بادشاہ آپ سے مشورۂ سخن کرتے تھے۔ آپ کي سوانح عمري آپ کے لائق شاگرد خواجہ الطاف حسین حالي نے لکھي ہے جو ''یادگار غالب'' کے نام سے مشہور ہے۔ آپ فارسي کے مسلم الثبوت استاد مانے جاتے ہیں اور اردو میں تو آپ مجتہد فن ہیں۔ مبصرین کي رائے ہے کہ آپ سے بہتر کوئي شاعر اردو کا نہیں گزرا۔ آپ کي طرز بیاں نرالي۔ آپ کي تخئیل انوکھي۔ فلسفۂ زندگي پر آپ کي نظر غائر۔ جذبات کے اظہار میں آپ کو غیرِ معمولي قدرت حاصل ہے۔ الغرض ہندوستان کے لیئے باعث فخر ہیں۔ آپ نے اردو نثر میں بھي طبیعت کي جدت دکھائي اور ایسے خطوط تحریر کیئے جو آج تک لطف کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں۔ ان خطوط کا ''مجموعہ اردوے معلیٰ'' اور ''عود ہندي'' کے نام سے موسوم ہے۔ اردو اور فارسي دونوں میں صاحب دیوان ہیں۔ سنہ ۱۲۱۲ ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۲۸۸ ھ (سنہ ۱۸۶۹ ع) میں وفات پائي۔

خواجه حیدر علي آتش لکھنوي

آپ لکھنؤ کے مشہور استاد گزرے ھیں - شیخ ناسخ کے ھمعصر تھے - طبیعت آپکي زیادہ تر غزل کي طرف مائل تھي - دو دیوان آپکي یادگار ھیں - فن شعر میں مصحفي سے تلمذ تھا - زندگي فقیرانه بسر کرتے تھے - بہت سے شاگردوں نے آپ سے استفادہ کیا - آپ کے متعدد اشعار اب تک زبانوں پر ھیں - آپ کا انتقال سنه ۱۸۴۷ ع میں ھوا -

---

سید محمد خان رند

آپ نواب میرزا غیاث الدین محمد خاں نصرت جنگ کے بیٹے تھے - وطن فیض آباد تھا لکھنؤ میں سکونت اختیار کي تھي - امجد علي شاہ بادشاہ اودھ اور پھر واجد علي شاہ اخیر تاجدار اودھ کے زمانے میں آپ نے بہت شہرت حاصل کي - خواجه حیدر علي 'آتش' کے نامور شاگردوں میں آپ کا شمار ھے - صاحب دیوان ھیں - آپ کي ایک غزل " آشیاں صیاد " " مہرباں صیاد " بہت مشہور ھے -

---

میــر

میر محمد تقي متخلص به میــر سنه ۱۱۳۶ ھ میں اکبر آباد میں پیدا ھوئے - دھلي میں سکونت اختیــار کي اور اسي کو اپنا وطن بنایا چنانچه ایک قطعه میں فرماتے ھیں -

کیا بود و باش پوچھو ھو پورب کے ساکنو

همکــو غــریب جانکے ھنس ھنس پکار کے

دھلی که ایک شھر تھا عــالـم میں انتخاب

رھتے تــھے منتخب ھي جھــاں روزگار کے

اُسکــو فلــک نے لوٹکے بــرباد کردیــا

ھم رھنے والے ھیں اُس اُجڑے دیــار کے

دھلي کي بــربادي کے بعــد لکھنؤ پھنچے اور نواب آصف الدوله نے آپکے لیئے ایک معقول وظیفه مقرر کردیا -

آپ اردو کے استــاد مسلم الثبــوت ھیں - غزل میں آپ کا جواب نھیں - عجب سوز و گداز ھے عجب لطف زبان ھے - "میر کے بھتر نشتر" مشھور ھیں اگر چه آپکے دلپسند اشعار کي تعداد کثیر ھے - چھه دیوان اور متعدد مثنویاں آپکي یادگار ھیں - آپکے ھمعصر شعراء میں سودا اور درد بــڑے صاحب کمــال گزرے ھیں - آپکي وفات سنه ۱۲۲۵ ھ (سنه ۱۸۱۰ ع) میں ھوئي -

انشـــا

سید انشاء اللہ خان ابن میر ماشاء اللہ خان مرشد آباد میں پیدا ہوئے - عنفوان شباب میں دہلي پہنچے اور کچھہ دنوں شاہ عالم کے دربار سے متوسل رہے - پھر لکھنؤ کا رخ کیا وہاں مصحفي سے بڑے بڑے معرکے ہوئے - نواب سعادت علي خاں کے زمانے میں انشـــا کو بڑا عروج ہوا لیکن افسوس ہے کہ اخیـــر میں نواب موصوف اس صاحب کمال سے برہم ہو گئے - اسکا اثر انشـــا کے مزاج پر برا پڑا اور وہ گوشۂ عزلت میں حواس باختہ پریشان حال زندگي کے دن کاٹنے لگے عربي فارسي میں کافي دستگاہ رکھتے تھے - " دریاے لطافت " اردو زبان کا قاعدہ انشا کي تصنیفات سے ہے - ریختي بھي کہتے تھے - طبیعت میں انتہـــا کي شوخي تھي - غزل کہتے کہتے بعض شعـــر ہزل کے رنگ میں کہہ ڈالتے تھے - بقـــول مصنف تذکرۂ آب حیـــات میر انشا کو اگر اردو کا میر خسرو کہیں تو بجا ہے -

خواجہ میر درد دہلوی

خواجہ میر متخلص بہ 'درد' میر تقي میر اور میرزا رفیع سودا کے معاصر تھے - آپ کا درجہ شعر و شاعري میں بہت بلند ھے کلام میں تصوف اور درد کي چاشني ھے اسلیئے اھل دل اسکي بڑي قدر کرتے ھیں - دیوان آپ کا نہایت مختصر ھے لیکن جو کچھہ کیا ھے تاثیر میں ڈوبا ھوا ھے - "آہ سرد" "نالۂ" "درد دل" "واردات" وغیرہ رسالے تصوف میں تحریر فرمائے ھیں اور بھي ایک دیوان چھوڑا ھے - آپ کا انتقال سنہ ۱۷۸۵ ع میں ھوا -

---

میـــر انیـــس

میر ببر علي نام میر مستحسن خلیق خلف میر حسن دھلوي کے بیٹے تھے - فیض آباد میں پیــدا ھوئے لکھنؤ میں تربیت پائي - مرثیہ گوئي میں جو آپ کا آبـائي فن تھا کمال حاصل کیا - آپکے ھمعصر میــرزا دبیــر تھے - دونــوں میں چشمک رھتي تھي اور دونوں با کمال استادوں کے بے شمار طرفدار تھے - میر انیس کي واقعہ نگاري ایک معجزہ ھے اور اس پر زبان کا مزہ کلام کے لطف کو دوبالا کردیتا ھے - آپ مرثیہ پڑھنے بھي بہت خوب تھے - سنہ ۱۲۹۱ ھ میں انتقال فرمایا -

---

میں وزیر تعلیم پنجاب ہوئے - سنہ ۱۹۲۶ ع میں لیگ اقوام میں ہندوستان کے نمائندہ ہوکر شریک ہوئے اور آجکل وزیر ہند کي کونسل کے ممبر ہیں -

شیخ صاحب کو زبان اردو سے عشق ہے - آپکے مضامین اسقدر مقبول ہوئے کہ کتاب کي صورت میں شائع ہوکر کورس میں داخل ہوئے -

---

میرزا فرحت اللہ بیگ بي - اے

دہلي کے رہنے والے ہیں - آج کل حیدر آباد دکن میں اسسٹنٹ سکریٹري ہیں - نہایت عمدہ ظرافت آمیز مضامین لکھتے ہیں - زبان ٹھیٹھ دلي کي ٹکسالي ہے واقعات کو اسطرح بیان کرتے ہیں کہ پڑھنے والے کوچشم دید مشاہدات کا لطف آجاتا ہے - مضامیں کا ایک آدھہ مجموعہ اور دہلي کا ایک "یادگار مشاعرہ" کتاب کي صورت میں شائع ہو چکا ہے -

---

خان بہادر سر شیخ عبدالقادر صاحب

سنہ ۱۸۷۶ ع میں لدھیانہ (پنجاب) میں پیدا ہوئے - انکے والد محکمہ مال میں ملازم تھے - ابھي پندرہ سال ھي کا سن تھا کہ سایۂ پدري سر پر سے اوٹھہ گیا - سکول اور کالج کي تعلیم نہایت ناموري اور اعزاز سے مکمل کي طالب علمي کے زمانہ میں ایک سلسلہ لکچر انگریزي زبان میں شروع کیا تھا جسمیں اردو کے شعرا اور نثاروں پر تقریریں ہوتي تھیں اور جو سنہ ۱۸۹۸ ع میں کتاب کي صورت میں شائع ہوا - سنہ ۱۸۹۴ ع میں بي اے پاس کرکے اخبار پنجاب آبزرور کے سٹاف میں داخل ہوگئے اور سنہ ۱۸۹۸ ع میں چیف ایڈیٹر ہوگئے - سنہ ۱۹۰۱ ع میں اردو کا مشہور رسالہ مخزن جاري کیا جسنے ادب اردو کي نہایت درجہ خدمت کي - یہ رسالہ سنہ ۱۹۲۰ ع تک جاري رہا -

سنہ ۱۹۰۴ ع میں اخبار آبزرور سے ترک تعلق کرکے انگلستان گئے اور بیرسٹري کي ڈگري حاصل کرنے کے بعد یورپ اور ممالک اسلامي کا سفر کیا - ہندوستان آکر وکالت شروع کي - سنہ ۱۹۱۱ ع میں سرکاري وکیل ہوگئے سنہ ۱۹۲۰ ع میں پھر بیرسٹري شروع کردي - سنہ ۱۹۲۱ ع میں ھائي کورٹ لاھور کے عارضي جج ہوئے - سنہ ۱۹۲۳ ع میں پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے ممبر منتخب ہوکر پہلے ڈپٹي پریزیڈنٹ اور پھر پریزیڈنٹ ہوئے - سنہ ۱۹۲۵ ع

آپکے باپ کا نام سید فخرالدین تھا۔ رائے بریلي کے باشندے تھے اور ندواۃ العلما لکھنو کے منتھي تھے - مطالعہ اور تصنیف و تالیف کا بہت شرق تھا - ابتدا میں چند کتابیں عربي میں لکھیں - بچپن سے چیدہ چیدہ اشعار ایک بیاض میں لکھا کرتے تھے - شدہ شدہ یہ بیاض اچھي خاص ضخیم ہو گئي - آپ کو خیال ہوا کہ اس بیاض کو ترطیب دیکر شائع کرنا چاھئے - پھر یہ بات ذھیں میں آئي کہ جنکا کلام ہو اونکے جستہ بستہ حالات بھي لکھہ کے جائیں تذکرۂ "گل رعنا" کي تخلیق اس صورت میں ہوئي - آپکي عمر نے زیادہ وفا نہ کي - سنہ ۱۹۲۲ع میں انتقال کیا۔

طرز بیان بہت صاف اور سلجھا ہوا ھے - جو بات کہني چاھتے ھیں خوبي سے بیان کر دیئے ھیں - شعرا کے حالات جمع کرنے میں بھي بیت کافي کد و کاوش کي کي ھے۔

دوسري تاريخ ارض مقدس - انكي چھوٹي بڑي تصنيفات كثرت سے ھيں جنكي تعداد ايک سو دو کے قريب ھے رسالے بھي بہت سے جاري كئے جو ايک مدت تک چلتے رھے - سنه ۱۹۲۱ ع ميں انتقال كيا -

شرر نے سب سے پہلے اردو ميں تاريخي ناول لكھے - قصے کے پلاٹ اور كيريكٹروں كي ترقي پر توجه كي - ناول كو غير مہذب الفاظ و مضامين سے پاک كيا - يه ناول نويس هي نه تھے بلكه مورخ ڈرامه نويس اديب اور جديده نگار بھي تھے -

---

منشي مولچند

قوم کے كايسته دھلي کے رھنے والے تھے - فن شعر كو شاه نصير دھلوي سے حاصل كيا - شاھنامۂ فردوسي كا ايک مختصر ترجمه اردو نظم ميں كيا جو بہت مقبول ھوا - رزم کے بيان ميں معقول زور دكھايا جس سے ظاھر ھو گيا كه اردو نظم ميں ھر قسم کے خيالات بخوبي ادا كيئے جا سكتے ھيں - يه كتاب اكبر شاه ثاني بادشاه دھلي کے زمانے ميں لكھي گئي - منشي مولچند كا انتقال سنه ۱۸۲۲ ع ميں ھوا -

---

سنہ ۱۸۸۷ ع میں اپنا رسالہ دلگداز جاري کیا - اسکے مضامین ایسے دلکش اور پسندیدہ ہوتے تھے کہ ہندوستان کے ہر سررشتۂ تعلیم نے شرر کے مضامین کو اردو نصاب میں داخل کر لیا -

سنہ ۱۸۸۸ ع میں دلگداز میں تاریخي ناول نکالنے شروع کئے جو اسقدر مقبول ہوئے کہ اسوقت تک بیسیوں ایڈیشن نکل چکے ہیں -

سنہ ۱۸۹۰ ع میں مہذب نام ایک اخبار جاري کیا جس میں علمائے اسلام کے سوانح عمري ہوا کرتے تھے -

سنہ ۱۸۹۱ ع میں ''دلگداز'' اور ''مہذب'' دونو کو بند کر کے حیدر آباد چلے گئے -

سنہ ۱۸۹۵ ع میں نواب وقار الامرا بہادر کے چھوٹے بیٹے کے اتالیق ہو کر انگلستان گئے اور چودہ پندرہ مہینے رہے وہاں فرانسیسي زبان سیکھي - سنہ ۱۹۰۰ ع میں حیدر آباد سے لکھنو چلے آئے - مگر سنہ ۱۹۰۱ ع میں پھر بلائے گئے اور سنہ ۱۹۰۲ ع تک رہے - لکھنو آکر ''دلگداز'' پھر جاري کیا جو انکي زندگي میں کئي مرتبہ بند ہوا اور پھر جاري ہوا -

سنہ ۱۹۱۸ ع میں پھر حیدر آباد بلائے گئے اور تاریخ اسلام لکھنے پر مامور کئے گئے - جسکے لئے ایک معقول رقم ماہوار انکو لکھنو گھر بیٹھے ملتي رہي - دو تاریخیں بھي لکھي ہیں ایک تاریخ سندھ اور

مولوي عبد الحليم صاحب شرر

سنه ۱۸۶۱ ع میں لکھنو میں پیدا ہوئے - انکے نانا دربار اودھه میں ایک معزز عہدہدار تھے - شاھي خاندان کے ساتھه یه بھي انگلستان گئے اور وھاں سے واپس آکر مٹیابرج کلکته میں قیام پذیر ہوئے - یہاں عربي فارسي اور کچھه انگریزي پڑھي - انیس سال کي عمر میں کلکته سے لکھنو آ گئے اور وھیں سکونت اختیار کي - یہاں عربي کي کتب درسیه ختم کیں - پھر دھلي جاکر حدیث کي تکمیل کي - اسي عرصه میں انگریزي کي بھي معقول قابلیت پیدا کرلي - سنه ۱۸۸۰ ع میں اودھه اخبار کے ایڈیٹوریل سٹاف میں آگئے - اعلی خیال آفریني - فلسفیانه رنگ اور سٹوریري مذاق کے سبب سے انکے مضامین کي بہت شہرت ہو گئي - سر سید مرحوم نے بھي انکے ایک مضمون کو جو "روح" کے عنوان سے تھا بہت پسند کیا - اسي زمانه میں ایک ھفتهوار رساله موسومه "محشر" نکالا جو بہت مقبول ہوا - سنه ۱۸۸۲ ع میں اودھه اخبار سے ترک تعلق کر لیا اور اپنا سب سے پہلا ناول "دلچسپ" شائع کیا - سال بھر کے بعد اس ناول کا دوسرا حصه شائع کیا - اسکے دو سال بعد بنکم چٹرجي کے ناول درگیش نندني کا اردو ترجمه کر کے شائع کیا - اب پبلک انکي تحریرات کي مشتاق اور گرویدہ ہوگئي -

جو ڈاکٹر چانسن کی لائف مصنفہ باسویل کا انگریزی میں ہے -

مولانا اخلاق مجسم تھے - کبھی کسی کی برائی اُنکی زبان سے نہیں سنی گئی - بقول احسن مارہردی یونانی خیالات کی رو سے مولانا ایک معتدل اور متوسط کامل انسان اور صوفیہ خیالات کی روے سے ایک صاحب باطن ولی تھے - خدا توفیق دے کہ آئندہ نسلیں بھی انکی پیروی کریں -

---

و شاعري اس فن کي کتابيں هيں - سوانح نگاري بهي کي عمدہ نظير '' حيات جاويد '' يعني سرسيد مرحوم کي لائف هے - نظم ميں '' مکمل ديوان '' اور مسدس حالي کے علاوہ بهت سي مثنوياں اور قطعات و غيرہ هيں -

مولانا کا پايہ شاعري اور نثر نگاري دونو ميں بهت بلند هے - اردو شاعري ميں ايک نئي روح پهونک کر اردو شاعري ميں فطري اخلاق اور قومي شاعري کے نئے عنصروں کا اضافہ کيا ''مسدس حالي '' اپني نظير نهيں رکهتا بلکہ نواب امداد امام صاحب 'اثر' نے تو يہ لکهديا هے کہ ايسا اخلاقي مسدس لکهنا محض حالي هي کا کام تها - اسکے لئے تاريخي معاملات کي پوري واقفيت اور مبالغہ و استعارہ و غيرہ سے طبعي نفور لازمي چيزيں تهيں - مقدمہ شعر شاعري فن تنقيد پر اپني نظير آپ هي هے - شعر کي ماهيت کے متعلق مشرقي اور مغربي شعرا اور مبصرين کي رائيں نهايت تفصيل سے بيان کي گئي هيں اور نهايت مفيد مشورے دئے هيں - حيات جاويد ميں سر سيد مرحوم کي طويل اور کثير الاشغال زندگي کے حالات نهايت وضاحت کے ساتهہ لکهے گئے هيں اور انکي لائف بحيثيت ايک ليڈر - مدبر - ريفارمر اور اهل قلم کے بحث کيگئي هے - اس کتاب کا اردو زبان ميں وهي درجہ هے

اس زمانہ میں متعدد علمی کام کئے جنمیں نسب زیادہ قابل قدر لازوال "مسدس حالی" موسومہ "بہ مد و جزر اسلام" ہے۔ حیات سعدی بھی اس زمانہ میں شائع کیگئی تھی۔

سنہ ۱۸۸۹ ع میں سر آسمان جاہ مدارالمہام حضور نظام دکن کی کوشش سے پچہتر روپیہ ماہوار وظیفہ حیدرآباد سے مقرر ہو گیا جو بعد میں سو روپیہ کردیا گیا اور ملازمت سے مستعفی ہوکر پانی پت آگئے۔ اسکی ایک بڑی وجہ یہ ہوئی کہ دہلی کی صحبت درہم برہم ہوگئی اور اہل کمال یکے بعد دیگرے راہی ملک بقا ہو چکے تہے چنانچہ اسکا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔

کوچ سب کر گئے دلی سے ترے قدر شناس

قدریاں رہ کے اب اپنی نہ گنوانا ہرگز

اسوقت کے عہد کا زمانہ مولانا کی خاص خدمت علم اور تصنیف و تالیف کا ہے۔ شعر و شاعری پر مقدمہ۔ یادگار غالب اور حیات جاوید اس زمانہ کی یادگار ہیں - بڑے علمی انہماک کی زندگی بسر کرکے سنہ ۱۹۱۴ ع کچھہ علالت کے بعد ۳۱ دسمبر سنہ ۱۹۱۴ ع کو راہی ملک بقا ہوئے - مولانا کے علمی کا زمانے بڑے زبردست ہیں۔ فن تنقید سوانح نگاری پر سب سے پہلے علم آپ ہی نے اوٹھا یا حیات سعدی۔ یادگار غالب اور مقدمہ شعر

ملگئي - يہاں انگريزي کتابوں کا ترجمہ ہوتا تھا - مولانا اس ترجمہ کي عبارت درست کرتے تھے - اس کام سے - مولانا کي طبيعت کو انگريزي ادب سے گو نہ مناسبت ہو گئي اور مشرقي ادب کي کم مائگي کا احساس پيدا ہو گيا - اس زمانہ ميں سر رشتہ تعليم پنجاب کا ايک اخبار نکلتا تھا جو بعد ميں "اتاليق پنجاب" کے نام سے موسوم ہو کر ماہوار رسالہ بنگيا تھا - مولانا کچھہ عرصے تک اسکے نائب اڈيٹر بھي رہے - سنہ ۱۸۷۴ ع ميں مولوي محمد حسين آزاد نے کرنيل ہالرائيڈ کے ايما سے ايک جديد طرز کا مشاعرہ شروع کيا - اس ميں مصرع طرح کے بجائے مضمون کا عنوان شعرا کو بتايا جاتا تھا اور شعرا اس پر طبع آزمائي کرتے تھے - مولانا کي چار مثنوياں برکھا رشد' نشاط اميد' تعصب' انصاف اور حب وطن الہي مشاعروں کي يادگار ہيں - ليکن لاہور کا آب و ہوا مولانا کے موافق نہ تھي اسليئے گورنمنٹ عربک سکول دہلي کا تبادلہ کرا ليا اور سنہ ۱۸۷۵ ع سے سنہ ۱۸۸۹ ع تک وہيں رہے - درميان ميں پانچ چھہ مہينے کو پھر لاہور چيفس کالج ميں اتاليق مقرر ہو کر گئے مگر رئيس زادوں ميں رہنا پسند نہ کيا اور دہلي ميں چلے آئے - يہ زمانہ مولانا کے اطمينان کا ہے کيونکہ درس و تدريس سے مولانا کي طبيعت کو بے حد لگاؤ تھا -

یہاں ضلع کے دفتر میں ایک اسامی قلیل تنخواہ کی ملگئی- ایک ہی سال نوکری کرنے پائے تھے کہ سنہ ۵۷ ع کا غدر پڑ گیا - مولانا کسی نہ کسی طرح گھر پہونچے - چونکہ اسوقت تلاش ملازمت کیلیئے کسی دوسری جگہ نہیں جا سکتے تھے اسلئے جب تک پانی پت رہے تحصیل علم مطالعہ کتب اور شعر و شاعری میں مشغول رہے - چار سال بعد پھر دہلی پہونچے - یہاں نواب مصطفیٰ خان شیفتہ سے ملاقات ہوئی اور نواب صاحب نے مولانا کو اپنے بچوں کا اتالیق مقرر کرلیا - سات آٹھہ برس تک نواب صاحب کے ہاں رہے - نواب صاحب اور مولانا دونو اپنا کلام میرزا غالب کو دکھاتے تھے نواب صاحب کی صحبت نے مولانا کے مذاق سخن پر بہت بڑا اثر کیا - مبالغہ سے پرہیز کرنا - حقائق و واقعات میں لطف پیدا کرنا - سیدھی سادی باتوں کو محض حسن بیان سے دلفریب بنانا نواب صاحب کے نزدیک کمال شاعری ہے - چھچھورے اور بازاری الفاظ و محاورات اور عامیانہ خیالات سے نواب شیفتہ کو اور میرزا غالب دونو کو نفرت تھی - ان خیالات کا اثر مولانا پر پڑا اور ایک خاص قسم کا مذاق پیدا ہو گیا جو فی الحقیقت صحیح مذاق ہے - سنہ ۱۸۶۹ ع میں نواب شیفتہ کے انتقال کے بعد مولانا کو گورنمنٹ بک ڈپو لاہور میں ایک جگہ

شمس العلما حافظ خواجه الطاف حسین حالي

خواجه صاحب ۱۸۳۶ ع پاني پت میں پیدا ہوئے - آپکے والد نمک کے محکمه میں سرکاري ملازم تھے - نوسال کي عمر میں والد کا انتقال ہو گیا تو پرورش اور تعلیم کا بار بھائي پر پڑا - پہلے خواجه صاحب نے قرآن شریف حفظ کیا پھر فارسي اور کچھه عربي پڑھي - ابھي ستره ھي سال کي عمر تھي اور تعلیم مکمل نه ہونے پائي تھي که شادي کردي گئي - اب عزیز و اقربا مصر ہوئے که تعلیم ختم کرکے کھانے کمانے کا دھندا کرنا چاھئے لیکن مولانا کا شوق علم ابھي تشنه تھا - چھپکر دھلي چلے گئے - بڑي محنت تکلیف اور صعوبتیں جھیل کر عربي کي تکمیل کي - شعر و سخن کا چسکا بچپن ھي میں لگ گیا تھا - یہي شوق کشاں کشاں میرزا غالب کي خدمت میں لے گیا اور اسنے وه اثر دیکھایا که الطاف حسین کو لازوال حالي بنادیا - دھلي میں آئے کچھه زیاده عرصه نه گذارا تھا که کنبه والوں کو آپکا پته لگ گیا اور بھائي آکر دلي سے پاني پت لیگئے یه وقعه سنه ۱۸۵۵ ع کا ھے - پاني پت آکربھي مطالعه میں منہمک رھے مگر کچھه روز بعد حالات کي مجبوري سے تلاش ملازمت کلیئے نکلے اور حصار پہونچے

الفاروق شائع کي اسکے بعد حیدر آباد گئے - اور چار سال رہے "الغزالي" "سوانح مولانا روم" "الکلام" "علم الکلام" اور "موازنۂ انیس و دبیر" یہ سب اسي زمانے کي تصنیف هیں - وهیں ایک مشرقي یونیورسیٹي کھولنے کي تجویز بھي مرتب کي - حیدر آباد سے آکر انجمن ندرۃ العلماء لکھنؤ میں رہے اور اسکو بہت فائدہ پہونچایا - انھي دنوں میں اتفاقیہ بندوق سے ٹانگ زخمي هوئي اور کاٹي گئي - لیکن آپس کي ناچاقي کے سبب سے سنہ ۱۹۱۳ ع میں اعظم گڈھہ چلے گئے اور دار المصنفین کي بنیاد ڈالي - "شعر العجم" یہیں مکمل هوئي مگر "سیرۃ النبي" مکمل نہ هو سکي تھي کہ سنہ ۱۹۱۴ ع میں رحلت فرمائي -

انکي خدمات کسي ایک دائرے میں محدود نہیں رهیں - تاریخي ' ادبي ' مذهبي ' اور حتی کہ سیاسي اعتبار سے بھي انکي خدمات مسلم هیں اُنکا طرز بیان سادہ مگر زوردار اور مدلل تھا تحریر فلسفیانہ اور محققانہ طرز کي ہے. انکي تاریخ پر فلسفیانہ رنگ چڑھایا اور حکیمانہ نکشافات اور نکتہ آرائیوں سے اسے ایک مستقل فن بنادیا -

---

شمس العلما مولوي شبلي نعماني

سنه ۱۸۵۷ ع میں موضع بندول ضلع اعظم گدھ (یوپي) میں پیدائش هوئي - ابتدائي تعلیم گھر پر هوئي - اس کے بعد عربي ادب اور معقولات کي تحصیل غازي پور میں کي - پھر جذبه شوق نے رام پور - لاهور اور سہارنپور لیجاکر تکمیل کرائي - انیس سال کي عمر میں حج کیا - حج کے بعد سلسلۂ درس و تدریس جاري کیا قانون میں مختاری کا امتحان بھي پاس کیا - اور دیواني کے امین بھي رہے مگر ان سب کو چھوڑ کر خدمت علم هي اختیار کي اور سنه ۱۸۸۲ ع میں علیگدھ پھونچے اور فارسی کے پروفیسر هو گئے - یہاں سر سید - مولانا حالي پروفیسر آرنلڈ اور دیگر ارباب کمال کي صحبت اور کتب کي موجودگي سے بہت فائدہ اٹھایا - اور قدیم علوم کو جدید اصول پر مرتب کرنا سیکھا - انکي پہلي تصنیف مثنوي صبح امید بھي یہیں عالم وجود میں آئي پھر ایک رساله مسلمانوں کی گذشته تعلیم کے عنوان سے لکھا - پھر مشاهیر اسلام کا سلسله شروع کیا اور المامون اور سیرۃ النعمان لکھي - اس کے بعد سفر روم و مصر و شام کیا اور وهاں کا سفر نامه لکھا - سنه ۱۸۹۸ ع میں سر سید کے انتقال کے بعد علیگدھه چھوڑ دیا - اور اعظم گدھه چلے آئے - سنه ۱۸۹۹ ع میں

میں دهلي میں بسر کي - اور ملک اور قوم کي زبردست ادبي اور علمي خدمت کرکے سنه ۱۹۱۲ ع میں رحلت کي -

مولوي صاحب بیک وقت مصنف - مترجم - مقرر اور شاعر تھے - تصانیف بکثرت هیں انکے اخلاقي ناول مراة العروس و بنات النعش وغیرہ تو لا جواب یادگار هیں - قرآن شریف کا با محاورہ ترجمه ایسا ھے که جسکي نظیر نهیں علمي خدمات کے صله میں شمس العلما کا خطاب ملا - ایڈنبرا یونیبور سیٹي سے ایل - ایل - ڈي کي اعزازي ڈگري اور پنجاب یونیور سیٹي سے ڈاکٹر اوف اورینٹل لرننگ (عالم علوم شرقیه) کي ڈگري حاصل کي - مولوي صاحب کي عربیت ایسي تھي که پھر ان جیسا پیدا نهیں هوا - طرز تحریر اور انداز تقریر زور دار بھي تھا اور ظرافت آمیز بھي - اپني تقریر کو دلچسپ بنانے کیلئے شعر بھي موزون کرتے تھے مگر شعر میں شهرت حاصل نهیں کي -

---

مختصر حالات مصنفین منتخبات اردو

شمش العلما خان بهادر مولوي ڈاکٹر نذیر احمد

سنه ۱۸۳۱ ع میں موضع رامر ضلع بجنور میں پیدا هوئے - ابتدائي تعلیم گهر پر پائي - سنه ۱۸۴۵ ع میں دهلي آئے اور عربي فلسفه اور ریاضي میں تکمیل حاصل کي - دهلي هي میں شادي کي - اور رهائش اختیار کرلي - ابتدا میں بیس پچیس روپیة ماهوار کے معلم مقرر هوئے - ترقي کرتے کرتے انسپکٹر مدارس هو گئے - اور الٰه آباد میں تعینات هوئے - یہاں انگریزي پڑهي اور معقول استعداد حاصل کرلي - انڈین پینل کوڈ کا ترجمه کر کے مجموعه تعزیرات هند نام رکها - جس کے صله میں تحصیدار ڈپٹي کلکٹر اور پهر افسر بندوبست هو گئے - انکي قابلیت کا شهرة سنکر سر سالار جنگ نے انکي خدمات حیدر آباد میں منتقل کرالیں - اور آٹهه سو روپیه ماهوار پر افسر بندوبست مقرر کر دیا - اس زمانه میں قرآن شریف حفظ کیا - اور ترقي کر کے اعلی ممبر مال هو گئے - ایک عرصے تک خدمت کرنیکے بعد دست بردار هوئے - اور بقیه عمر تصنیف و تالیف کے مشغلے

مختصر حالات مصنفین

منتخبات اردو

نہ وہ عشق میں رہیں گرمیاں نہ وہ حسن میں رہیں شوخیاں

نہ وہ غزنوي میں تڑپ رهي نہ وہ خم ہے زلف ایاز میں

جو میں سر بہ سجدہ ہوا کبھي تو زمیں سے آنے لگي صدا

ترا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

نہیں جنس ثواب آخرت کي آرزو مجھہ کو
وہ سوداگر ہوں میں نے نفع دیکھا ہے خسارے میں

سکوں نا آشنا رہنا اسے سامان ہستي ہے
تڑپ کس دل کي یارب چھپکے آبیٹھي ہے پارے میں

صدائے لن ترانی سنکے اے اقبال میں چپ ہوں
تقاضوں کي کہاں طاقت ہے مجھہ فرقت کے مارے میں

کبھي اے حقیقت منتظر! نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مري جبین نیاز میں

طرب آشنائے خروش ہو' تو نوا ہے محرم گوش ہو
وہ سرود کیا کہ چھپا ہوا ہو سکوت پردۂ ساز میں

تو بچا بچا کے نہ رکھہ اسے' ترا آئنہ ہے وہ آئنہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئنہ ساز میں

دم طوف کرمک شمع نے یہ کہا کہ " وہ اثر کہن
نہ تري حکایت سوز میں' نہ مري حدیث گداز میں

نہ کہیں جہاں میں اماں ملي' جو اماں ملي تو کہاں ملي
مرے جرم خانہ خراب کو ترے عفو بندہ نواز میں

کمال وحدت عیاں ھے ایسا کہ نوک نشتر سے تو جو چھیڑے

یقیں ھے مجھکو گرے رگ گل سے قطرہ انسان کے لہو کا

گیا ھے تقلید کا زمانہ ' مجاز رخت سفر اٹھائے !

ھوئي حقیقت هي جب نمایاں تو کس کو یارا ھے گفتگو کا ؟

جو گھر سے اقبال دور ھوں میں ' تو ھوں نہ معزوں عزیز میرے

مثال گوھر وطن کي فرقت کمال ھے میري آبرو کا !

چمک تیري عیاں بجلي میں ' آتش میں ' شرارے میں

جھلک تیري ھویدا چاند میں ' سورج میں ' تارے میں

بلندي آسمانوں میں ' زمینوں میں تیري پستي

رواني بحر میں ' افتادگي تیري کنارے میں

شریعت کیوں گریباں گیر ھو ذوق تکلم کي

چھپا جاتا ھوں اپنے دل کا مطلب استعارے میں

جو ھے بیدار انساں میں وہ گھري نیند سوتا ھے

شجر میں ' پھول میں ' حیواں میں ' پتھر ' ستارے میں

مجھے پھونکا ھے سوز قطرۂ اشک محبت نے

غضب کي آگ تھي پاني کے چھوٹے سي شرارے میں

نہ ہو طبیعت ہی جن کی قابل وہ تربیت سے نہیں سنورتے
ہوا نہ سرسبز رہ کے پانی میں عکس سروِ کنارِ جو کا

کوئی دل ایسا نظر نہ آیا نہ جس میں خوابیدہ ہو تمنا
الٰہی تیرا جہان کیا ہے! نگارخانہ ہے آرزو کا!

کھلا یہ مر کر کہ زندگی اپنی تھی طلسم ہوس سراپا
جسے سمجھتے تھے جسم خاکی، غبار تھا کوئے آرزو کا

اگر کوئی شے نہیں ہے پنہاں تو کیوں سراپا تلاش ہوں میں؟
نگہ کو نظارے کی تمنا ہے، دل کو سودا ہے جستجو کا

چمن میں گلچیں سے غنچہ کہتا تھا، اتنا بیدرد کیوں ہے انساں؟
تری نگاہوں میں ہے تبسم شکستہ ہونا مرے سبو کا

ریاضِ ہستی کے ذرے ذرے سے ہے محبت کا جلوہ پیدا
حقیقتِ گل کو تو جو سمجھے تو یہ بھی پیماں ہے رنگ و بو کا

تمام مضموں مرے پرانے، کلام میرا خطا سراپا
ہنر کوئی دیکھتا ہے مجھ میں تو عیب ہے میرے عیب جو کا

سپاس شرط ادب ہے ورنہ کرم ترا ہے ستم سے بڑھکر
ذرا سا اک دل دیا ہے، وہ بھی فریب خوردہ ہے آرزو کا

آہ ! امید محبت کی بر آئی نہ کبھی
چوٹ مضراب کی اس ساز نے کھائی نہ کبھی

مگر آتی ہے نسیم چمن طور کبھی
سمت گردوں سے ہوائے نفس حور کبھی

چھیڑ آہستہ سے دیتی ہے مرا تار حیات
جس سے ہوتی ہے رہا روح گرفتار حیات

نغمۂ یاس کی دھیمی سی صدا اٹھتی ہے
اشک کے قافلے کو بانگ درا اٹھتی ہے

جس طرح رفعت شبنم ہے مذاق رم سے
میری فطرت کی بلندی ہے نوائے غم سے !

زمانہ دیکھے گا جب مرے دل سے محشر اٹھے گا گفتگو کا
مری خموشی نہیں ہے ، گویا مزار ہے حرف آرزو کا

جو موج دریا لگی یہ کہنے سفر سے قائم ہے شان میری
گہر یہ بولا صدف نشینی ہے مجھکو سامان آبرو کا !

کہتا تھا قطب آسماں قافلۂ نجوم سے

ہمرہو ! میں ترس گیا لطف خرام کے لئے

سوتوں کو ندیوں کا شوق ' بحر کا ندیوں کو عشق

موجۂ بحر کو تپش ماہ تمام کے لئے

حسن ازل کہ پردۂ لالہ و گل میں ہے نہاں

کہتے ہیں بیقرار ہے جلوۂ عام کے لئے

راز حیات پوچھہ لے خضر خجستہ گام سے

زندہ ہر ایک چیز ہے کوشش ناتمام سے

نوائے غم

زندگاني ہے مري مثل رباب خاموش

جس کي ہر رنگ کے نغموں سے ہے لبريز آغوش

بربط کون و مکان جس کي خموشي پہ نثار

جسکے ہر تار میں ہیں سینکڑوں نغموں کے مزار

محشرستان نوا کا ہے امیں جس کا سکوت

اور منت کش ہنگامہ نہیں جس کا سکوت

ذرا سي پھر ربوبيت سے شان بے نيازي لي
ملک سے عاجزي' افتادگي تقدير شبنم سے
پھر ان اجزا کو گھولا چشمۂ حيواں کے پاني ميں
مرکب نے محبت نام پايا عرش اعظم سے
مھوس نے يہ پاني ھستئ نوخيز پر چھڑکا
گرہ کھولي ھنر نے اس کے گويا کار عالم سے
ھوئي جنبش عياں' ذروں نے لطف خواب کو چھوڑا
گلے ملنے لگے اٹھہ اٹھہ کے اپنے ھمدم سے
خرام ناز پايا آفتابوں نے' ستاروں نے
چٹک غنچوں نے پائي' داغ پائے لالہ زاروں نے

———

کوشش ناتمام

فرقت آفتاب ميں کھاتي ھے پيچ و تاب صبح
چشم شفق ھے خوں فشاں اختر شام کے لئے
رھتي ھے قيس روز کو ليلئ شام کي ھوس
اختر صبح مضطرب تاب دوام کے لئے

کمال نظم ھستي کي ابھي تھي ابتدا گویا
ھویدا تھي نگھینے کي تمنا چشم خاتم سے
سنا ھے عالم بالا میں کوئي کیمیاگر تھا
صفا تھي جس کي خاک پا میں بڑھکر ساغر جم سے
لکھا تھا عرش کے پائے پہ اک اکسیر کا نسخہ
چھپاتے تھے فرشتے جس کو چشم روح آدم سے
نگاھیں تاک میں رھتي تھیں لیکن کیمیاگر کي
وہ اس نسخے کو بڑھکر جانتا تھا اسم اعظم سے
بڑھا تسبیح خواني کے بہانے عرش کي جانب
تمنائے دلي آخر برآئي سعي پیھم سے
پھرایا فکر اجزا نے اسے میدان امکاں میں
چھپے گی کیا کوئي شے بارگاہ حق کے محرم سے
چمک تارے سے مانگي ' چاند سے داغ جگر مانگا
اڑائی تیرگی تھوڑي سي شب کي زلف برھم سے
تڑپ بجلي سے پائي ' حور سے پاکیزگي پائي
حرارت لی نفسھائے مسیح ابن مریم سے

آ، غیریت کے پردے اک بار پھر اٹھا دیں
بچھڑوں کو پھر ملا دیں، نقش دوئي مٹا دیں
سونی پڑي ہوئي ہے مدت سے دل کي بستي
آ، اک نیا شوالہ اس دیس میں بنا دیں
دنیا کے تیرتھوں سے اونچا ہو اپنا تیرتھ
داماں آسماں سے اس کا کلس ملا دیں
ہر صبح اٹھکے گائیں منتر وہ میٹھے میٹھے
سارے پجاریوں کو مے پیت کي پلا دیں
شکتي بھي شانتي بھي بھگتوں کے گیت میں ہے
دھرتي کے باسیوں کي مکتي پریت میں ہے

عروس شب کي زلفیں تھیں ابھي نا آشنا خم سے
ستارے آسماں کے بے خبر تھے لذت رم سے
قمر اپنے لباس نو میں بیگانہ سا لگتا تھا
نہ تھا واقف ابھي گردش کے آئین مسلم سے
ابھي امکاں کے ظلمت خانے سے ابھري ہي تھي دنیا
مذاق زندگي پوشیدہ تھا پہنائے عالم سے

سوئے گور غریباں جب گئی زندوں کی بستی سے

تو یوں بولی نظارہ دیکھہ کر شہر خموشاں کا

ابھی آرام سے لیٹے رہو میں پھر بھی آؤنگی

سلادوں گی جہاں کو، خواب سے تم کو جگاؤنگی

نیا شوالہ

سچ کہدوں اے برھمن! گر تو بُرا نہ مانے

تیرے صنم کدوں کے بت ہوگئے پرانے

اپنوں سے بیر رکھنا تونے بتوں سے سیکھا

جنگ و جدل سکھایا واعظ کو بھی خدا نے

تنگ آکے میں نے آخر دیر و حرم کو چھوڑا

واعظ کا وعظ چھوڑا، چھوڑے ترے فسانے

پتھر کی مورتوں میں سمجھا ہے تو خدا ہے

خاک وطن کا مجھکو ہر ذرہ دیوتا ہے

پیام صبح

(ماخوذ از لانگ فیلو)

اجالا جب ہوا رخصت جبین شب کي افشاں کا
نسیم زندگي پیغام لائي صبح خنداں کا
جگایا بلبل رنگیں نوا کو آشیانے میں
کنارے کھیت کے شانہ ہلایا اس نے دہقاں کا
طلسم ظلمت شب سورۂ و النور سے توڑا
اندھیرے میں اڑایا تاج زر شمع شبستاں کا
پڑھا خوابیدگان دیر پر افسون بیداري
برہمن کو دیا پیغام خورشید درخشاں کا
ہوئي بام حرم پر آکے یوں گویا مؤذن سے
نہیں کھٹکا ترے دل میں نمود مہرتاباں کا
پکاري اس طرح دیوار گلشن پر کھڑے ہو کر
چٹک او غنچۂ گل! تو مؤذن ہے گلستاں کا
دیا یہ حکم صحرا میں' چلو اے قافلے والو!
چمکنے کو ہے جگنو بن کے ہر ذرہ بیاباں کا

ھے ترے نور سے وابستہ مري بود و نبود
باغباں ھے تري هستي پئے گلزار وجود
انجمن حسن کي ھے تو' تري تصوير هوں ميں
عشق کا تو ھے صحيفه تري تفسير هوں ميں
ميرے بگڑے هوئے کاموں کو بنايا تونے
بار جو مجھه سے نه اُٹھا' وہ اٹھايا تونے
نور خورشيد کي محتاج ھے هستي ميري
اور بے منت خورشيد چمک ھے تيري
هو نه خورشيد تو ويراں هو گلستاں ميرا
منزل عيش کي جا' نام هو زنداں ميرا
آه ! اے رازعياں کے نه سمجھنے والے !
حلقهٔ دام تمنا ميں الجھنے والے
هائے غفلت ! که تري آنکھه ھے پابند مجاز
ناز زيبا تها تجھے' تو ھے مگر گرم نياز
تو اگر اپني حقيقت سے خبردار رھے
نه سيه روز رھے پھر نه سيه کار رھے

سرخ پوشاک ہے پھولوں کی، درختوں کی ہری
تیری محفل میں کوئی سبز کوئی لال پری

ہے ترے خیمۂ گردوں کی طلائی جھالر
بدلیاں لال سی آتی ہیں افق پر جو نظر

کیا بھلی لگتی ہے آنکھوں کو شفق کی لالی
مئے گلرنگ خم شام میں تونے ڈالی

رتبہ تیرا ہے بڑا، شان بڑی ہے تیری
پردۂ نور میں مستور ہے ہر شے تیری

صبح اک گیت سراپا ہے تری سطوت کا
زیر خورشید نشاں تک بھی نہیں ظلمت کا

میں بھی آباد ہوں اس نور کی بستی میں مگر
جل گیا پھر مری تقدیر کا اختر کیونکر؟

نور سے دور ہوں ظلمت میں گرفتار ہوں میں
کیوں سیہ روز، سیہ بخت، سیہ کار ہوں میں؟

میں یہ کہتا تھا کہ آواز کہیں سے آئی
بام گردوں سے دیا صحن زمیں سے آئی

ساتھہ اے سیارۂ ثابت نما لیچل مجھے
خار حسرت کی خلش رکھتی ہے اب بیکل مجھے

نور کا طالب ہوں گھبراتا ہوں اس بستی میں میں
طفلک سیماب پا ہوں مکتب ہستی میں میں

انسان اور بزم قدرت

صبح خورشید درخشاں کو جو دیکھا میں نے
بزم معمورۂ ہستی سے یہ پوچھا میں نے

پرتو مہر کے دم سے ہے اجالا تیرا
سیم سیال ہے پانی ترے دریاؤں کا

مہر نے نور کا زیور تجھے پہنایا ہے
تیری محفل کو اسی شمع نے چمکایا ہے

گل و گلزار ترے خلد کی تصویریں ہیں
یہ سبھی سورۂ والشمس کی تفسیریں ہیں

پاک رکھہ اپنی زباں، تلمیذ رحمانی ہے تو
ہو نہ جائے دیکھنا تیری صدا بے آبرو
سونے والوں کو جگادے شعر کے اعجاز سے
خرمن باطل جلادے شعلۂ آواز سے

ماہ نو

ٹوٹ کر خورشید کی کشتی ہوئی غرقاب نیل
ایک ٹکڑا تیرتا پھرتا ہے روئے آب نیل
طشت گردوں میں ٹپکتا ہے شفق کا خون ناب
نشتر قدرت نے کیا کھولی ہے فصد آفتاب؟
چرخ نے بالی چرا لی ہے عروس شام کی؟
نیل کے پانی میں یا مچھلی ہے سیم خام کی؟
قافلہ تیرا رواں بے منت بانگ درا
گوش انساں سن نہیں سکتا تری آواز پا
گھٹنے بڑھنے کا سماں آنکھوں کو دکھلاتا ہے تو
ہے وطن تیرا کدھر؟ کس دیس کو جاتا ہے تو

مدعا تیرا اگر دنیا میں ہے تعلیم دین
ترک دنیا قوم کو اپنی نہ سکھلانا کہیں

وا نہ کرنا فرقہ بندی کیلئے اپنی زباں
چھپ کے ہے بیٹھا ہوا ہنگامۂ محشر یہاں

وصل کے اسباب پیدا ہوں تری تحریر سے
دیکھ ! کوئی دل نہ دکھ جائے تری تقریر سے

محفل نو میں پرانی داستانوں کو نہ چھیڑ
رنگ پر جو اب نہ آئیں ان فسانوں کو نہ چھیڑ

تو اگر کوئی مدبر ہے تو سن میری صدا
ہے دلیری دست ارباب سیاست کا عصا

عرض مطلب سے جھجک جانا نہیں زیبا تجھے
نیک ہے نیت اگر تیری تو کیا پروا تجھے

بندۂ مومن کا دل بیم ریا سے پاک ہے
قوت فرماں روا کے سامنے بیباک ہے

ہو اگر ہاتھوں میں تیرے خامۂ معجز رقم
شیشۂ دل ہو اگر تیرا مثال جام جم

تجھہ پہ برساتا ہے شبنم دیدۂ گریاں مرا
ہے نہاں تیری اداسی میں دل ویراں مرا
میری بربادی کی ہے چھوٹی اک تصویر تو
خواب میری زندگی تھی جس کی ہے تعبیر تو

همچو نے از نیستان خود حکایت می کنم
بشنو اے گل! از جدائیہا شکایت می کنم!

———

سید کی لوح تربت

اے کہ تیرا مرغ جاں تار نفس میں ہے اسیر
اے کہ تیری روح کا طائر قفس میں ہے اسیر
اس چمن کے نغمہ پیراؤں کی آزادی تو دیکھہ
شہر جو اجڑا ہوا تھا اس کی آبادی تو دیکھہ
فکر رہتی تھی مجھے جس کی وہ محفل ہے یہی
صبر و استقلال کی کھیتی کا حاصل ہے یہی
سنگ تربت ہے مرا گرویدۂ تقریر دیکھہ
چشم باطن سے ذرا اس لوح کی تحریر دیکھہ

رهنے دے جستجو میں خیال بلند کو
حیرت میں چھوڑ دیدۂ حکمت پسند کو
جس کی بہار تو ہو یہ ایسا چمن نہیں
قابل تری نمود کے یہ انجمن نہیں
یہ انجمن ہے کشتۂ نظارۂ مجاز
مقصد تری نگاہ کا خلوت سرائے راز
ہر دل مئے خیال کی مستی سے چور ہے
کچھ اور آجکل کے کلیموں کا طور ہے

گل پژمردہ

کس زباں سے اے گل پژمردہ تجھ کو گل کہوں
کس طرح تجھ کو تمنائے دل بلبل کہوں؟
تھی کبھی موج صبا گہوارۂ جنباں ترا
نام تھا صحن گلستاں میں گل خنداں ترا
تیرے احساں کا نسیم صبح کو اقرار تھا
باغ تیرے دم سے گویا طبلۂ عطار تھا

پنہاں تہ نقاب تری جلوہ گاہ ہے
ظاہر پرست محفل نو کی نگاہ ہے

آئی نئی ہوا چمن ہست و بود میں
اے درد عشق! اب نہیں لذت نمود میں

ہاں! خود نمائیوں کی تجھے جستجو نہ ہو!
منت پذیر نالۂ بلبل کا تو نہ ہو!

خالی شراب عشق سے لالے کا جام ہو
پانی کی بوند گریۂ شبنم کا نام ہو

پنہاں درون سینہ کہیں راز ہو ترا
اشک جگر گداز نہ غماز ہو ترا

گویا زبان شاعر رنگیں بیاں نہ ہو
آواز نے میں شکوۂ فرقت نہاں نہ ہو

یہ دور نکتہ چیں ہے کہیں چھپ کے بیٹھ رہ
جس دل میں تو مکیں ہے وہیں چھپ کے بیٹھ رہ

غافل ہے تجھ سے حیرت علم آفریدہ دیکھ!
جویا نہیں تری نگہ نا رسیدہ دیکھ

تو اگر زحمت کش هنگامۂ عالم نہیں
یہ فضیلت کا نشاں اے نیر اعظم نہیں
اپنے حسن عالم آرا سے جو تو محرم نہیں
ہمسر یک ذرۂ خاک در آدم نہیں
نور مسجود ملک گرم تماشاہي رہا
اور تو منت پذیر صبح فرداہي رہا
آرزو نور حقیقت کي ہمارے دل میں ہے
لیلیٰ ذوق طلب کا گھر اسي محمل میں ہے
کس قدر لذت کشود عقدۂ مشکل میں ہے
لطف صد حاصل ہماري سعي بےحاصل میں ہے
درد استفہام سے واقف ترا پہلو نہیں
جستجوئے راز قدرت کا شناسا تو نہیں

———

درد عشق

اے درد عشق! ہے گہر آب دار تو
نا محرموں میں دیکھہ نہ ہو آشکار تو!

زیر و بالا ایک ہیں تیری نگاہوں کیلئے
آرزو ہے کچھہ اسی چشم تماشا کی مجھے

آنکھہ میری اور کے غم میں سرشک آباد ہو
امتیاز ملت و آئین سے دل آزاد ہو

بستۂ رنگ خصوصیت نہ ہو میری زباں
نوع انساں قوم ہو میری' وطن میرا جہاں

دیدۂ باطن پہ راز نظم قدرت ہو عیاں
ہو شناسائے فلک شمع تخیل کا دھواں

عقدۂ اضداد کی کاوش نہ تڑپائے مجھے !
حسن عشق انگیز ہر شے میں نظر آئے مجھے !

صدمہ آجائے ہوا سے گل کی پتی کو اگر
اشک بن کر میری آنکھوں سے ٹپک جائے اثر

دل میں ہو سوز محبت کا وہ چھوٹا سا شرر
نور سے جس کے ملے راز حقیقت کی خبر

شاہد قدرت کا آئینہ ہو دل میرا نہ ہو !
سر میں جز ہمدردیٔ انساں کوئی سودا نہ ہو !

آفتاب صبح

شورش میخانۂ انساں سے بالاتر ہے تو
زینت بزم فلک ہو جس سے وہ ساغر ہے تو
ہو در گوش عروس صبح وہ گوہر ہے تو
جس پہ سیمائے افق نازاں ہو وہ زیور ہے تو
صفحۂ ایام سے داغ مداد شب مٹا
آسماں سے نقش باطل کي طرح کوکب مٹا

حسن تیرا جب ہوا بام فلک سے جلوہ گر
آنکھ سے اڑتا ہے یکدم خواب کي مے کا اثر
نور سے معمور ہو جاتا ہے دامان نظر
کھولتي ہے چشم ظاہر کو ضیا تیري مگر
ڈھونڈتي ہیں جس کو آنکھیں وہ تماشا چاہئے
چشم باطن جس سے کھل جائے وہ جلوا چاہئے

شوق آزادي کے دنیا میں نہ نکلے حوصلے
زندگي بھر قید زنجیر تعلق میں رہے

مہندی لگائے سورج جب شام کی دلہن کو
سرخی لئے سنہری ہر پھول کی قبا ہو
راتوں کو چلنے والے رہ جائیں تھک کے جس دم
امید ان کی میرا ٹوٹا ہوا دیا ہو
بجلی چمک کے ان کو کٹیا مری دکھا دے
جب آسمان پہ ہر سو بادل گھرا ہوا ہو
پچھلے پہر کی کوئل وہ صبح کی مؤذن
میں اس کا ہمنوا ہوں، وہ میری ہمنوا ہو
کانوں پہ ہو نہ میرے دیر وحرم کا احساں
روزن ہی جھونپڑی کا مجھکو سحر نما ہو
پھولوں کو آئے جس دم شبنم وضو کرانے
رونا مرا وضو ہو، نالہ میری دعا ہو
اس خامشی میں جائیں اتنے بلند نالے
تاروں کے قافلے کو میری صدا درا ہو
ہر دردمند دل کو رونا مرا رلا دے
بیہوش جو پڑے ہیں شاید انہیں جگا دے

لذت سرود کي هر چڑیوں کے چہچہوں میں

چشمے کي شورشوں میں باجا سا بج رہا هے

گل کي کلي چٹک کر پیغام دے کسي کا

ساغر ذرا سا گویا مجھکو جہان نما هو

هو هاتهه کا سرهانا سبزه کا هو بچھونا

شرمائے جس سے جلوت خلوت میں وہ ادا هو

مانوس اس قدر هو صورت سے میري بلبل

ننھے سے دل میں اس کے کھٹکا نه کچھه مرا هو

صف باندھے دونوں جانب بوٹے هرے هرے هو

ندي کا صاف پاني تصویر لے رها هو

هو دلفریب ایسا کہسار کا نظاره

پاني بهي موج بن کر اُٹهه اُٹهه کے دیکھتا هو

آغوش میں زمیں کي سویا هوا هو سبزه

پهر کے جهاڑیوں میں پاني چمک رها هو

پاني کو چهو رهي هو جهک جهک کے گل کي ٹہني

جیسے حسین کوئي آئینه دیکھتا هو

انتخاب از بانگ درا

مصنفہ

سر محمد اقبال بیرسٹر ات لا مرحوم

ایک آواز

دنیا کی محفلوں سے اکتا گیا ہوں یارب

کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بجھ گیا ہو

شورش سے بھاگتا ہوں دل ڈھونڈتا ہے میرا

ایسا سکوت جس پر تقریر بھی فدا ہو

مرتا ہوں خامشی پر، یہ آرزو ہے میری

دامن میں کوہ کے اک چھوٹا سا جھونپڑا ہو

آزاد فکر سے ہوں عزلت میں دن گزاروں

دنیا کے غم دل سے کانٹا نکل گیا ہو

فتنے برپا کر رہا ہے دمبدم نیرنگ حسن
اور وحشت مفت کوئے عشق میں بدنام ہے

پھر آغاز عمل درکار ھے ھمت کا جوش
اور تو افسردۂ اندیشۂ انجام ھے

کامیابي کے وسائل پر بھي ڈالي ھے نظر؟
قابل الزام خود تو ھے اگر ناکام ھے

ظرف جو رکھتے ھیں وہ ھوتے نھیں محتاج ظرف
کوئي مست شوق ھے اور کوئي مست جام ھے

رونق صبح جواني کي عبث ھے اب تلاش
آمد پیري نھیں ھے، زندگي کي شام ھے

مرتعش کیوں ھے رگ جاں، دل کو ھے کیوں اضطراب
کچھہ تو آخر اُس نگاہ ناز کا پیغام ھے

سرگزشت دل کھوں تو کیا کھوں، کس سے کھوں
خستہ ھے، مظلوم ھے، افسردہ ھے، ناکام ھے

میري معریت نھیں ھے پردہ دار راز عشق
دل میں جسکي یاد ھے لب پر اُسي کا نام ھے

دل کا ملنا تو کھاں جب آنکھہ تک ملتي نھیں
مجھسے اُس نا آشنا کا ربط اک الزام ھے

I. U.—27

کہا کس نے تجھے اے شوق پابند ادب ہوجا
یہی آخر ہوا دل میں تمنا رہگئی دل کی

تلاطم تھا بہت موجیں بہاکر لیگئیں مجھکو
وگرنہ آرزو تھی کس خرد دشمن کو ساحل کی

مری ہستی کی کیا ہستی مگر اے دیدۂ بینش
ذرا رنگینیاں تو دیکھنا اِس نقش باطل کی

قدم اُٹھتا ہے بیتابانہ، نظریں بھی پریشاں ہیں
خبر دیتی ہے خود بیتابیٔ دل قرب منزل کی

بچانا چشم بد سے اے خدا اُس شمع محفل کو
نظر پڑتی ہے اُس پر ہرطرف سے اہل محفل کی

ہمارا نالۂ موزوں ہے جس کو شعر کہتے ہیں
غزل کی شکل میں ہوتی ہے وحشت گفتگو دل کی

کر گزر بے خوف، اگر کرنے کے قابل کام ہے
رد نکر اے دل اِسے، ہمت کا یہ پیغام ہے

ذکر آزادی عبث، ممکن جب آزادی نہیں
کیوں اُسے تڑپائے کوئی جو اسیر دام ہے

وہ اُمیدیں خاک میں ملگئیں وہ تمام نشۂ اُترگیا

نظراُس نے کی جو عتاب کی ہوئی برق خرمن آرزو

گئی یک بیک مری خستگی ہوئی دور ساری شکستگی

کبھی آئی بھولکے سوئے دل جو نسیم گلشن آرزو

نہ خدنگ ناز نے رخ کیا کبھی جانب دل بینوا

نہ گل مراد سے پُر ہوا کبھی اپنا دامن آرزو

مجھے یاد آتا ہے اپنا دل کہ بہار جس سے تھی منفعل

وہ نہال تازۂ رنگ و بو وہ چراغ روشن آرزو

نہ کوئی ہوس ہے نہ ولولہ یہ ہے حال وحشت خستہ کا

ہے فریب خوردۂ آرزو' وہ بنا ہے دشمن آرزو

یقین نامرادی پر بھی حالت ہے وہی دل کی

تمہیں سے چاہتا ہوں داد اپنی سعیٔ باطل کی

توجہ کے جو قابل ہو حقیقت کیا مرے دل کی

تری برق نظر کو جستجو ہے کس کے حاصل کی

کیا ہے مجھکو بے حس تونے اے افسردگی دل کی

نہ غم ہے بُعد منزل کا نہ عشرت قرب منزل کی

کوئي همدرد بهي ديکها کوئي غمخوار بهي پايا
سنائي تو سبهوں کو درد و غم کي داستاں تونے

زبان آفرين خلق سے کچهه کام بهي نکلا
دکهائيں تو زمانے کو بهت رنگينياں تونے

مصيبت کيا پڑي تجهپر که گويا دست و پا توڑے
دکهائي سخت کمزوري بوقت امتحاں تونے

يهي هوگا که آلوده کرے اُس خاک اقدس کو
اگر پيدا کيا شوق سجود آستاں تونے

مجهے تو خود نظر آتا هے تو اک خاک کا توده
گرائي کس په برق نالۀ آتش فشاں تونے

تري فرياد نے کهينچا دل شيخ و برهمن کو
طلسم تازه باندها وحشت جادو بياں تونے

تري بزم ناز ميں تها جو دل کبهي شمع روشن آرزو
ستم زمانه سے بنگيا رهي آج مدفن آرزو

مرا دل ازل کا فسرده هے مجهے شوق سے سروکار کيا
نه هواے ميکدۀ هوس نه دماغ گلشن آرزو

وہ تعلقات باہم وہ حقوق آشنائی
مرے سر کو نسبتیں ہیں ترے پائے نازنیں سے
ہے بساط دل مرقع ترے نقش خال و خط کا
ہے مشام جاں معطر تری زلف عنبریں سے
یہ ہے دفتر محبت جو رقم ہوا ہے وحشت
ہے زمانہ مست لذت مرے شعر دلنشیں سے

ستم برپا کیا پھر ای دل ناشادماں تونے
کہ چھیڑی عہد ماضی کی غم افزا داستاں تونے
تری غفلت پرستی نے رکھا محو طرب تجھکو
سنی گو بارہا بانگ درائے کارواں تونے
تری تفریح دم بھر کی ترا سرمایۂ عشرت
نہ پایا بیخبر ذوق نشاط جاوداں تونے
نہ سمجھا معنئ نفع و ضرر بازار ہستی میں
ہوائے سود میں دیکھا فقط روئے زیاں تونے
تری لائی ہوئی تھی جو بلا ٹوٹی ترے سر پر
عبث چھیڑا ہے یہ ذکر جفائے آسماں تونے

کبھي مل تو جائے موقع مجھے شرح آرزو کا
مرے سر کو حسرتیں ھیں ترے سنگ آستاں کي
ھو رسائي کیا وھاں تک بس اک آسرا یھي ھے
کہ اُنھیں کو یاد آئے کبھي اپنے ناتواں کي
نہیں اھل فن میں وحشت مجھے ایک سے بھي چشمک
کہ ھے قدر میرے دل میں شعرائے نکتہ داں کي

کبھي ھو جو اتني جرأت کہوں ساقيِ حسیں سے
ھوس ایک جام کي ھے ترے دست نازنیں سے
مري کیا خطا جو واقف نہو تیرا ناز خود بیں
کہ مري نیازمندي ھے عیاں مري جبیں سے
مجھے رات اُسکي محفل نظر آئي ایک نیرنگ
چمک اُٹھي زلف شبگوں جو تجليِ جبیں سے
مرے دیدہ ھاے تر کو رھي اک نیاز مندي
کبھی تیرے آستاں سے کبھي میري آستیں سے
خبر شکستگی تھي مرے جام آرزو کي
وہ صداے حسرت افزا جو اُٹھي دل حزیں سے

شب و روز ایک حالت ہے مرے دل تپاں کي
اسے جستجو ہے کسکي اسے فکر ہے کہاں کي

ہوئیں باعث تردد نہ جفائیں آسماں کي
ترے غم نے تہنیت دي مجھے عیش جاوداں کي

انہیں علم ہو چکا ہے مري طاقت و تواں کا
وہ کرینگے خاک پروا مرے نالہ و فغاں کي

سر شاخ آشیاں بھي مجھے خوف تھا قفس کا
نہوئي نصیب دل کو کبھي راحت آشیاں کي

مجھے ہمنوا ندینا کہیں زحمت تکلم
کبھي جائیگي قفس میں نہ حکایت آشیاں کي

نہوئي خبر جب انکے دل غفلت آشنا کو
رہیں کھلگئي حقیقت مرے نالہ و فغاں کي

مجھے اب شگفتگي کي ہو قفس میں کیا توقع
گئي ساتھہ آشیاں کے جو تھي بات آشیاں کي

ہوئي مانع رسائي مري ناتواني ورنہ
مجھے کھینچتي رہي ہے کشش اسکے آستاں کي

اگر کچھہ التفات ناز ہوتا حوصلہ افزا
تو شرح آرزو ہم داستاں در داستاں کرتے

قفس میں پرفشانی کا نتیجہ تھا پشیمانی
بجز آہ و فغاں کیا اور ہم سے ناتواں کرتے

دل افسردہ کو اپنے جو احساس طرب ہوتا
تو ہم بھی دو گھڑی سیر بہار بوستاں کرتے

نہ پروا کی ہماری کارواں نے جب تو پھر ہم بھی
بچھڑ کر کارواں سے کیا تلاش کارواں کرتے

ہم اپنے دیدۂ مشتاق ہی سے کام لیتے ہیں
حجاب آتا ہے اُن سے آرزوؤں کا بیاں کرتے

ہمیں بے فائدہ تجدید غم کی کیا ضرورت ہے
پس از بربادیٔ گلشن جو یاد آشیاں کرتے

حرم کیا دیر کیا یکساں کشش تھی سارے عالم میں
خدائی جمع ہوتی خود نمائی تم جہاں کرتے

کیا موقوف ہم نے قصۂ درد نہاں وحشت
کہاں تک خامۂ حسرت رقم کو خونچکاں کرتے

ہاں کشتۂ اُمید بجا کہہ رہا ہے تو

"اب میں ہوں اور ماتم یک شہر آرزو"

قفس میں عمر گزری نالہ و آہ و فغاں کرتے

ہم آخر کس توقع پر خیال آشیاں کرتے

ہماری دور بینی ہے ہمارے امن کی دشمن

نہ ہوتی فکر مستقبل تو عیش جاوداں کرتے

پتا ملتا نہیں جنس وفا کا اب زمانے میں

کہیں سے ہاتھ اگر لگتی تو نذر دوستاں کرتے

حرم میں بھی جب اپنے ساتھ تھی قسمت کی محرومی

تو ہم کس منہ سے آخر شکوۂ جور بتاں کرتے

نہ تھی منظور ہم کو شمع کی تقلید رسوائی

کہ محفل میں بیانِ لذت سوز نہاں کرتے

ابھی ہیں قوتیں ناآزمودہ حسن و الفت کی

جو تم کھنچتے تو ہم بھی جذب دل کا امتحاں کرتے

مزا آتا اگر گزری ہوئی باتوں کا افسانہ

کہیں سے ہم بیاں کرتے کہیں سے تم بیاں کرتے

طول امل کے دام میں تو پھنس کے رہگیا

افسوس بر نہ آیا کوئي تیرا مدعا

سب تیري زندگاني کا روشن ہے مجھپہ حال

معلوم خوب ہے ترا ہر عیب ہر کمال

طفلي هي سے تو عیش خیالي میں مست تھا

خواب مسرت ابدي دیکھتا رہا

منصوبے باندھتا تھا ہزاروں مگر کبھي

اے نامراد فکر عمل ایک دم نہ کي

اول تو خواهشیں هي تري بے شمار تھیں

اور پھر نکلنے کے لئے سب بیقرار تھیں

آخر بني نہ بات طلسم خیال کي

یعني فضول تھي طلب امر محال کي

معلوم کر سکا نہ تو اے بے خبر کبھي

وہ کون شے ہے جسکي ضرورت ہے واقعي

مقصد ترے جہان میں آنے سے کچھہ تو تھا

بیصرفہ تو نے عمر گزاري ' ستم کیا

حیرت کي ہے قسم کہ ہیں سر تا سر آئینہ
ہو کر در چار اُس بُت آئینہ رو سے ہم

ہر اک بقدر ظرف ہے خواہاں نشاط کا
مے سے قدح قدح سے سبو اور سبو سے ہم

یارب ہمیں نصیب نہو لذت خلش
رسوا کریں جو زخم جگر کو رفو سے ہم

مطلوب ہے سرور، عبادت کے ذوق میں
اک دن وضو کرینگے مئے مشکبو سے ہم

وحشت نپوچھہ حال پریشانیٔ دماغ
ہیں ناوک بلا کے ہدف چار سو سے ہم

ماتم آرزو

رحمت خدا کي تجھپہ ہو ناکام آرزو
اے خاطر ستمکش ایام آرزو

آہ اے فریب خوردۂ نقش امید آہ
کیا کیا تري ہوس نے نہ تجھکو کیا تباہ

تو ہے آفریدۂ پئے طرب مرے غم سے چشم کو تر نہ کر
مري خستگي سے حزیں نہو مري بیکسي پہ نظر نہ کر
نہ اٹھہ اے خروش سحر گہی غم نیم شب تو اثر نہ کر
ہے دل اسکا نازک و بیخبر اے میرے دل کي خبر نہ کر
ہوس وصال بلا ہے تو تري کاوشوں نے ستم کیا
تو نہال گلشن یاس ہے عبث آرزوے ثمر نہ کر
نہیں پائمالیٔ عاشقاں بجز اک نظر کا معاملہ
ترے اختیار کی بات ہے جو کرے یہ کام مگر نہ کر
ہے تغافل ایک ادا ولے یہ سکھایا کس نے بھلا تجھے
کہ کسي ستمکش شوق پر کبھي بھولکر بھي نظر نہ کر
خلش امید ہے جانگزا کوئي کہدے وحشت خستہ سے
کہ یہ شام شام فراق ہے عبث آرزوے سحر نہ کر

کچھہ کام لے سکے نہ کبھي جستجو سے ہم
شرمندہ ہي رہے ہیں تري آرزو سے ہم
کچھہ اور ہي سبب ہے کہ بیزار گل سے ہیں
نا آشنا نہیں چمن رنگ و بو سے ہم

وہ زلف خم بخم کب ھاتھ آتھاتي ھے مرے سرے

گرہ ھو کو رھا ھے میرے دل میں پیچ و تاب اُسکا

کلام عرفئ شیراز ھے تقلید کے قابل

ھمارے ریختے میں دیکھلے وحشت جواب اُسکا

اُٹھ نہ سکا قدم مرا خانۂ یار دیکھکر

رھگئي چشم آرزو نقش و نگار دیکھکر

بزم نشاط سے کبھي مجھکو بھي تھي مناسبت

آج ھوئي ھے چشم تر ابر بہار دیکھکر

رشک کہاں حسن کسے اور مجھے خوشي ھوئي

غم میں ترے رقیب کو سینہ فگار دیکھکر

حال چمن خزان میں بھي ایسا کبھي ھوا نہ تھا

اپنا جو حال ھو گیا رنگ بہار دیکھکر

جتنے ادا شناس تھے ھو گئے مست بے پیئے

ساقئ بزم ناز کو بادہ گسار دیکھکر

وحشت خستہ ھاں سنا مجھکو وہ شمس کي غزل

رونے لگے وہ زار زار سرے مزار دیکھکر

خاک میں ملگئے ولے آنکھہ آتھي نہ شرم سے

هم سے هوا نہ حق ادا اُسکي نگاہ ناز کا

مطرب خلد کیا سنائے وحشت خستہ کیا سنے

معتقد قدیم ہے زمزمۂ حجاز کا

حریف دیدۂ دیدار جو کیا هو حجاب اُسکا

نگاہ آشنا ہے مجھکو هر تار نقاب اُسکا

غضب ساقي کي بد مستي ' ستم جوش شباب اُسکا

چھلک پڑتا ہے اُسکے هاتھہ سے جام شراب اُسکا

ہے آئینہ عرق آلود ' تھا پاسِ حجاب اُسکا

یہ میري سادگي تھي میں نے ڈھونڈھا تھا جواب اُسکا

هزاروں اُسکے قدموں پر تھے مشتاق گرفتاري

مرے هي دل کو چھانٹا دیکھنا تو انتخاب اُسکا

مجسم مہر ہے ' هر چند مہر اُسکي بلا نکلي

تري چشم حیا پرور کہ عالم ہے خراب اُسکا

ہے ارزاں اسقدر دیدار جاناں هم نہ مانینگے

زلیخا کیا سناتي ہے خیال اسکا ہے خواب اُسکا

کلام وحشت

آئینۂ خیال تھا عکس پزیر راز کا
طور شہید ہو گیا جلوۂ دلنواز کا

پایہ بہت کیا بلند اُس نے حریم ناز کا
تا نہ پہنچ سکے غبار رہگزر نیاز کا

خستگی کلیم نے نکتہ عجب سجھا دیا
ورنہ حریف میں بھی تھا اُس مژۂ دراز کا

دیر ملا تھا راہ میں کعبے کو ہم نکل گئے
جذبۂ شوق میں دماغ کسکو ہو امتیاز کا

بندگی اور صاحبی اصل میں دونوں ایک ہیں
جسکا غلام ایاز ہے وہ ہے غلام ایاز کا

کوتہی نصیب نے دور رکھا تو کیا ہوا
بندۂ خانہ زاد ہوں اسکے قد دراز کا

شوق ترا ہے موجزن ذوق ترا بہانہ جُو
کھول نہ دیں بھرم کہیں پردگیان راز کا

رکھئے نہ مجھپہ ترک محبت کي تہمتیں

جسکا خیال تک بھي نہیں ھے روا مجھے

بیگانہ ادب کئے دیتي ھے کیا کروں

اُس محو ناز کي نگہ آشنا مجھے

اُس بے نشاں کے ملنے کي حسرت ھوئي امید

آب بقا سے بڑھکے ھے زھر فنا مجھے

مایوس بھي تو کرتے نہیں تم ز راہ ناز
تنگ آگئے ہیں کشمکش امتحاں سے ہم

خلوت بنیگي تیرے غم جاں نواز کي
لینگے یہ کام اپنے دل شادماں سے ہم

ہے انتہائے یاس بھي اک ابتدائے شوق
پھر آگئے وہیں پہ، چلے تھے جہاں سے ہم

حسرت پھر اور جاکے کریں کسکي بندگي
اچھا جو سر اُٹھائیں بھي اُس آستاں سے ہم

ہر حال میں رہا جو ترا آسرا مجھے
مایوس کرسکا نہ ہجوم بلا مجھے

ہر نغمے نے اُنھیں کی طلب کا دیا پیام
ہر ساز نے اُنھیں کي سنائي صدا مجھے

ہر بات میں اُنھیں کي خوشي کا رہا خیال
ہر کام سے غرض ہے اُنھیں کي رضا مجھے

رہتا ہوں غرق اُنکے تصور میں روز و شب
مستي کا پڑ گیا ہے کچھہ ایسا مزا مجھے

سر پر شور بھي اک بار تھا جسکو مري گردن
ترے کوچے میں آج اے فتنۂ دوران اتار آئي

جو انکے حسن سے بھي بڑھگئی ہے بیقراري میں
تڑپ ایسي کہاں سے عشق میں پروردگار آئي

یہ کیا اندھیر ہے' اے دشمن اہل وفا تجھہ سے
ہوس نے کام جان پایا محبت شرمسار آئي

بجا ہیں کوششیں ترک محبت کي مگر حسرت
جو پھر بھي دلنوازي پر وہ چشم سحر کار آئي

اپنا سا شوق اوروں میں لائیں کہاں سے ہم
گھبرا گئے ہیں بیدلی ہمرہاں سے ہم

کچھہ ایسي دور بھي تو نہیں منزل مراد
لیکن یہ جب کہ چھوٹ چلیں کارواں سے ہم

اے زھد خشک تیري ھدایت کے واسطے
سوغات عشق لائے ھیں کوئے بتاں سے ہم

بتابیوں سے چھپ نہ سکا حال آرزو
آخر بچے نہ اُس نگہ بد گماں سے ہم

تیرا کرم جور نما میرے لئے ہے

یہ درد کہ ہے جان دوا میرے لئے ہے

پُرسش جو ہوئي روز ازل قسمت غم کي

بیساختہ دل بول اُٹھا میرے لئے ہے

میں اپني مصیبت پہ ہوں نازاں کہ وہ خوش ہیں

مجھسے کہ یہ پابند بلا میرے لئے ہے

غیروں سے کبھي ہے انہیں نفرت کبھي الفت

ان دونوں سے اک بات جدا میرے لئے ہے

ایسا تو نہ ہوگا کہ نہ پہونچوں ترے در تک

جب تیري کشش راہ نما میرے لئے ہے

مقصود ہے اتنا کہ رہے مجھپہ توجہ

مخصوص یہ انداز جفا میرے لئے ہے

دیکھا تو کہا مجھکو غم یار نے حسرت

یہ سوختۂ بے سر و پا میرے لئے ہے

زمان فصل گل آیا نسیم مشکبار آئي

دلونکو مژدہ ہو پھر جوش مستي کي بہار آئي

اگر ذرا بھي اُنھيں مائل كرم پاتے

تو جان زار كو اميدوار هم كرتے

وہ بار بار سزا جرم شوق پر ديتے

مگر تصور وهي بار بار هم كرتے

دلوں كي دشت تمنا ميں تهي فراواني

وہ كهتے هيں كه كهانتك شكار هم كرتے

ترے خيال نه دل سے كسي طرح جاتا

تجهے نه بهولتے كوشش هزار هم كرتے

جو نام آپ كا ليتے سكون غم كيلئے

تو دل كو اور بهي كچهه بيقرار هم كرتے

سمجهه كے چهوڑ ديئے بيحساب آخركار

كه دل كے داغ كهانتك شمار هم كرتے

ابهي سے تجهپه فدا هوگئے تو غم كيا هے

كه يه وهي هے جو پايان كار هم كرتے

عدو سے كيوں هيں وہ راضي نه كچهه كهلا حسرت

كه پهر طريق وهي اختيار هم كرتے

ہم غرض مند کہاں مرتبۂ عشق کہاں
ہمکو سمجھیں وہ ہوس کار تو بیجا کیا ہو

دلفریبي ہے تري باعث صد جوش و خروش
حال یہ ہو تو دل نزار شکیبا کیا ہو

رات دن رہنے لگي اس ستم ایجاد کي یاد
حسرت اب دیکھیئے انجام ہمارا کیا ہو

جو دور سے بھي نظر تجھپہ یار ہم کرتے
ہزار جان گرامي نثار ہم کرتے

ترے خیال سے باتیں ہزار ہم کرتے
غم فراق کو یوں خوشگوار ہم کرتے

ہوائے گل میں نہ پروائے خار ہم کرتے
رہ طلب میں قدم استوار ہم کرتے

کسي پر اپني محبت کا حال کیوں کھلتا
نظر بھي آنپہ جو بیگانہ وار ہم کرتے

ترے ستم کي شکایت ضرور کیا تھي ہمیں
کہ شوق سے گلۂ روزگار ہم کرتے

مر گئے هم تو مٹ گئے سب رنج

یه بهي اچها هوا برا نه هوا

ڈر گیا اُس نگاه برهم سے

دل کو یاراے التجا نه هوا

ملگئي مجهکو صبر و عشق کي داد

وه جو شرمندۂ جفا نه هوا

خانع رنج عشق تها حسرت

عیش دنیا سے آشنا نه هوا

حسن بے مهر کو پرواۓ تمنا کیا هو

جب هو ایسا تو علاج دل شیدا کیا هو

کثرت حسن کي یه شان نه دیکهي نه سني

برق لرزاں هے کوئي گرم تماشا کیا هو

بیمثالي کا هے یه رنگ جو باوصف حجاب

بے نقابي په ترا جلوۂ یکتا کیا هو

دیکهیں هم بهي جو ترے حسن دل آرا کي بهار

اسمیں نقصان ترا اے گل رعنا کیا هو

حسرت یه دور جہل ہے دولت کو ہے فروغ

اب ہم سے قدردانی علم و عمل گئی

تجھکو پاس وفا ذرا نہ ہوا

ہم سے پھر بھی ترا گلا نہ ہوا

ایسے بگڑے کہ پھر جفا بھی نہ کی

دشمنی کا بھی حق ادا نہ ہوا

کٹ گئی احتیاط عشق میں عمر

ہم سے اظہـــار مدعا نہ ہوا

تیرے اس التفات کا ہوں غلام

جو ہوا بھی تو بر ملا نہ ہوا

کچھہ عجب چیز ہے وہ چشم سیاہ

تیر جسکا کبھی خطا نہ ہوا

حیف ہے آسکی بادشاہی پر

تیرے کوچے کا جو گدا نہ ہوا

خم کے خم غیر لے گئے ساقی

ہمکو اک جام بھی عطا نہ ہوا

رفا میري بشکل بے زباني آشکلا تھي

ستم تیرا برنگ پرسش اغیار پیدا ھے

نسیم دھلوي کي پیروي آساں نہیں حسرت

تجھي سے ھے کہ یہ نیرنگي گفتار پیدا ھے

دلکي جو ترک عشق سے حالت بدل گئي

وہ بیخودي وہ خــرمی بے خلل گئي

مجھکو فلک نے مجھہ سے چھڑایا تو کیا ھوا

کیا تیري یاد بھی مرے دل سے نکل گئي

آہ اس سے نارسا ھي جو رھتي تو خوب تھا

کیوں اس حریم عیش میں یوں سمھل گئي

سودا ھي وہ نہیں ھے جو سرسے چلا گیا

حسرت ھي وہ نہیں ھے جو دل سے نکل گئي

رنگینیوں کي جان ھے وہ پائے نازنیں

میري نگاہ شوق جہاں سر کے بہل گئي

اچھا ھے گوشہ گیر قناعت ھوے جو ھم

تکلیف ھمنشیني اھل و دل گـئي

یاں صبر میں ہے پنہاں کیفیت بیتابی
واں لطف سے پیدا ہے انداز ستم رانی

قائم ہے ترے دم سے طرز سخن قائم
پھر ورنہ کہاں حسرت یہ رنگ غزلخوانی

خیال یار میں بھی رنگ و بوے یار پیدا ہے
یہ رنگیں ماجرائے عشق شیریں کار پیدا ہے

ترے روے دلارا کے تصویر کا یہ عالم تھا
کہ چشم شوق میں اک حسن کا گلزار پیدا ہے

مرے اصرار مضطر ہیں نہاں تھی مایوسی
ترے اقرار آساں سے ترا انکار پیدا ہے

طریق عشق جاناں ہے جدا گبر و مسلماں کا
یہیں سے اختلاف سبحۂ و زنار پیدا ہے

نگاہ آرزو گلچیں باغ کا مہرانی ہے
بشان خواب شکل طالع بیدار پیدا ہے

رکھتے هیں مرے دل پر کیوں تہمت بیتابي

یاں نالۂ مضطر بي جب مجھہ میں هو قوت بهي

اے شوق کي بیتا کي وہ کیا تري خواهش تهي

جسپر انهیں غصہ هے انکار بهي حیرت بهي

هیں شاد و صفي شاعر یا شوق و وفا حسرت

پهر ضامن و محشر هیں اقبال بهي وحشت بهي

تهي راحت حیرت کي کسدرجہ فراواني

میں نے غم هستي کي صورت بهي نہ پہچاني

اک میں هوں سو کیا میں هوں محروم فراغت هوں

اک دل هے سو کیا دل هے - مجبور پریشاني

کسدرجہ پیشماں هے تاثیر وفا میري

اُس شوخ پہ آتا هے الزام پشیماني

دیکھہ اے ستم جاناں یہ نقش محبت هیں

بنتے هیں بدشواري مٹتے هیں بہ آساني

میں اُس بت بدخو کي اس آن پہ مرتا هوں

کهینچا نہ کبهي اُسنے اندوہ پشیماني

نہ کر اتنا ہم درد مندوں پر کہ دنیا سے
مبادا یکقلم اُٹھ جائے تہذیب وفاداری
ندیکھے اور دل عشاق پر پھر بھی نظر رکھے
قیامت ہے نگاہ یار کا حسن خبر داریہ
یہی عالم رہا گر اُسکے حسن سحر پرور کا
تو باقی رہ چکی دنیا میں راہ در ہم ہشیاری
وہ جرم آرزو پر جسقدر چاہے سزا دے لیں
مجھے خود خواہش تعزیر ہے ملزم ہوں اقراری
نسیم دہلوی کو وجد ہے فردوس میں حسرت
جزاک اللہ تیری شاعری ہے یا فسوں کاری

ہے مشق سخن جاری چکی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی
برسات کے آتے ہی توبہ نہ رہی باقی
بادل جو نظر آئے بدلی مری نیت بھی
عشاق کے دل نازک اُس شوخ کی خو نازک
نازک اسی نسبت سے ہے کار محبت بھی

ستم تم چھوڑ دو میں شکوہ سنجھائے نا چاري
کہ فرض عین ہے کیش محبت میں رواداري

ھوئیں نا کامیاں بدنامیاں رسوائیاں کیا کیا
نہ چھوٹي ھمسے لیکن کوئے جانانکي ھواداري

نہیں غم نہ جیب دامن کا مگر ھاں فکر اتني ہے
نہ اُتہے گا مرے دست جنوں سے رنج بیکاري

نہ چھوڑا مرتے دم تک ساتھہ بیمار محبت کا
قسم کھانیکے قابل ہے ترے غم کي وفاداري

نہ اُنکو رحم آتا ہے نہ مجھہ سے صبر ہے ممکن
کہیں آسان ھو یارب محبت کي یہ دشواري

وفور اشک پیہم سے ھجوم شوق بیحد میں
مري آنکھوں سے ہے اک آبشار آرزو جاري

غضب رنگینیاں تھیں گریہ ھائے ابتدائي کي
ھوئي ہے جنسے دامان محبت پر یہ گلکاري

نہیں کھلتي مري نسبت تري اے حیلہ جو مرضي
کہ ہے اقرار دلجوئي نہ انکار ستمگاري

نہیں آتی تو یاد اُنکی مہینوں تک نہیں آتی
مگر جب یاد آتے ہیں تو اکثر یاد آتے ہیں

حقیقت کھلگئی حسرت ترے ترک محبت کی
تجھے تو اب وہ پہلے سے کبھی بڑھکر یاد آتے ہیں

وصل کی بنتی ہیں ان باتوںسے تدبیریں کہیں
آرزوؤں سے پھرا کرتی ہیں تقدیریں کہیں

بیزبانی ترجمان شوق بیحد ہو تو ہو
ورنہ پیش یار کام آتی ہیں تقریریں کہیں

مٹ رہی ہیں دل سے یادیں روزگار عیش کی
اب نظر کاہیکو آئیگی یہ تصویریں کہیں

التفات یار تھا اک خواب آغاز وفا
سچ ہوا کرتی ہیں ان خوابوںکی تعبیریں کہیں

تیری بیصبری ہے حسرت خامکاری کی دلیل
گریۂ عشاق میں ہوتی ہیں تاثیریں کہیں

گرفتار محبت هوں اسیر دام الفت هوں
میں رسواے جہاں آرزو هوں یعني حسرت هوں

عجب انداز هے میرے مزاج لا ابالي کا
نه ممنون تمنا هوں نه مشتاق مسرت هوں

مري بیتابیوں کا قول هے، هم جان تمکین هیں
مري افتادگي کهتي هے تاج فرق عزت هوں

نهیں هے قدرداں کوئي تو میں هوں قدرداں اپنا
تکلف بر طرف بیگانهٔ رسم شکایت هوں

کمال خاکساري پر یه بے پروائیاں حسرت
میں اپني داد خود دیلوں که میں بهي کیا قیامت هوں

بُهلاتا لاکهه هوں لیکن برابر یاد آتے هیں
الهي ترک الفت پر وه کیونکر یاد آتے هیں

نه چهیڑ اے همنشیں کیفیت صهبا کي افسانے
شراب بیخودي نے مجهکو ساغر یاد آتے هیں

رها کرتے هیں قید هوش میں اے واے ناکامي
وه دشت خود فراموشي کے چکر یاد آتے هیں

حق سے بعذر مصلحت وقت پہ جو کرے گریز
اسکو نہ پیشوا سمجھہ اسپہ نہ اعتماد کر
غیر کی جد و جہد پر تکیہ نہ کر کہ ھے گناہ
کوشش ذات خاص پر ناز کر اعتماد کر

روشن جمال یار سے ھے انجمن تمام
دھکا ھوا ھے آتش گل سے چمن تمام
حیرت غرور حسن سے شوخی سے اضطراب
دل نے بھی تیرے سیکھ لئے ھیں چلن تمام
اللہ رے جسم یار کی خوبی کہ خود بخود
رنگینیوں میں ڈوب گیا پیرھن تمام
دیکھو تو چشم یار کی جادونگاھیاں
بیہوش اک نظر میں ھوئی انجمن تمام
نشو و نمائے سبزہ و گل سے بہار میں
شادابیوں نے گھیر لیا ھے چمن تمام
شیرینی نسیم ھے سوز و گداز میر
حسرت ترے سخن پہ ھے لطف سخن تمام

هم کیا کریں اگر نہ تری آرزو کریں
دنیا میں اور بھی کوئی تیرے سوا ہے کیا

رونے لگے ابھی سے کہ ہے ابتداے حال
تم نے ابھی فسانۂ حسرت سنا ہے کیا

جان کو محو غم بنا دل کو وفا نہاد کر
بندۂ عشق ہے تو یوں قطع رہ مراد کر

غمزۂ دل فریب کو اور بھی جانفزا بنا
پیر ناز حسن پر رنگ حیا زیاد کر

خرمی دو روزہ کو عشرت جاوداں نجان
فکر معاش سے گذر حوصلۂ معاد کر

اے کہ نجات ہند کی دل سے تجھکو آرزو
ہمت سر بلند سے یاس کا انسداد کر

قول کو زید و عمر کے حد سے سوا اہم نہ جان
روشنی ضمیر میں عقل سے اجتہاد کر

سر گرم ناز آپکي شان جفا ہے کیا
باقي ستم کا اور ابھي حوصلا ہے کیا

آنکھیں تري جو ہوشربائي میں فرد ہیں
اِن میں یہ سحرکاري رنگ حیا ہے کیا

گر جوش آرزو کي ہیں کیفیتیں یہي
میں بھول جاؤنگا کہ مرا مدعا ہے کیا

اک برق مضطرب ہے کہ اک سحر بیقرار
کچھہ پوچھئے نہ رہ نگہہ فتنہ زا ہے کیا

اس درجہ دلپذیر ہے آہنگ نغمہ کیوں
پنہاں لباس درد میں تیري صدا ہے کیا

چل بھي دیئے رہ چھین کے صبر و قرار دل
ہم سوچتے ہي رہ گئے یہ ماجرا ہے کیا

نزدیک بام یار سے ہے نردبان عشق
اے دل یہ جائے حوصلہ ہے سوچتا ہے کیا

میري خطا پہ آپکو لازم نہیں نظر
یہ دیکھیئے مناسب شانِ عطا ہے کیا

اب وہ ھجوم شوق کي سر مستیاں کہاں

مایوسیِ فراق نے دل هي بُجھا دیا

حسرت یہ وہ غزل ھے جسے سنکے سب کہیں

مومن سے اپنے رنگ کو تو نے ملا دیا

نہاں شان تغافل میں ھے رمز امتیاز اسکا

بانداز جفا ھے التفات دلنواز اسکا

نگاہ آرزو تاب نگاہ یار کیا لاتي

اگر حائل نہ ھو جاتا حجاب کارساز اسکا

غلط ھے شکوہ شنجي میرے عشقِ نا شکیباکي

بجا کرتا ھے جو کرتا ھے حسن بے نیاز اسکا

چھڑایا دم زدن میں دلکو فکر شادي و غم سے

قیامت پر اثر تھا جلوۂ حیرت نواز اسکا

دیار شوق میں ماتم بپا ھے مرگ حسرت کا

وہ وضع پارسا اسکي وہ عشق پاکباز اسکا

انتخاب از دیوان حسرت

مصنفۂ

سید فضل الحسین حسرت موہانی بی - اے

حسن بے پروا کو خود بین و خود آرا کردیا

کیا کیا میں نے کہ اظہار تمنا کردیا

عشق سے تیرے بڑھے کیا کیا دلونکے مرتبے

مہر ذروں کو کیا قطروں کو دریا کردیا

سب غلط کہتے تھے لطف یار کو وجہ سکوں

درد دل اسنے تو حسرت اور دونا کردیا

پیہم مجھے پیالۂ مے برملا دیا

ساقی نے التفات کا دریا بہا دیا

اللہ رے بہار کی رنگ آفرینیاں

صحن چمن کو تختۂ جنت بنا دیا

تمناؤں میں الجھایا گیا ہوں
کھلونے دیکے بہلایا گیا ہوں

ہوں اُس کوچے کے ہر ذرے سے آگاہ
اُدھر سے مدتوں آیا گیا ہوں

نہیں اُٹھتے قدم کیوں جانب دیر
کسی مسجد میں بہکایا گیا ہوں

دل مضطر سے پوچھہ اے رونق بزم
میں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں

ستایا آکے پہروں آرزو نے
جو دم بھر آپ میں پایا گیا ہوں

کجا میں اور کجا اے شاد دنیا
کہاں سے کس جگہ لایا گیا ہوں

ہم رند بے پیئے ہوئے ایسے بہک گئے
ساقي بھرے ہوئے کئي ساغر جھلک گئے

نرگس پہ منحصر نہیں ' اِس باغ دہر میں
مشتاق کتنے پھول تري راہ تک گئے

آئینہ ہے جہاں تري پاک دامني
اُس پر عاشقوں کے دلوں کے نہ شک گئے

اے شاد ہم تو رند تھے ہم اپني کیا کہیں
واعظ تو بے پیئے ہوئے شب کو بہک گئے

دل اپني طلب میں صادق تھا گھبرا کے سوے مطلوب گیا
دریا سے یہ موتي نکلا تھا دریا ھي میں جا کر ڈوب گیا

لاریب خوشي نے تیري تاثیر دکھادي مستوں کو
بے باک جو میکش تھا ساقي اس بزم سے وہ معجوب گیا

بے راحلہ و بے زاد سفر رحمت پہ بھروسہ کر کے فقط
دنیا کي سرا سے جو اُٹھکر اِس طرح گیا وہ خوب گیا

طاقت جو نہیں اب حیرت سے تصویر کا عالم رہتا ہے
وہ آخر شب کي آہ گئي وہ نعرۂ یا محبوب گیا

قدر ہنر تھی جن سے وہ اہل ہنر گئے
یہ دور اور ہے وہ زمانے گزر گئے

جنگل کو باغ باغ کو جو خلد کر گئے
کیوں اے صبا وہ پھول چمن سے کدھر گئے

جن جن سے اک خزانۂ قدرت ہے یہ زمین
اے چرخ کس خرابہ میں وہ اہل زر گئے

بگڑے تھے واعظوں کی جو صحبت میں ساقیا
صد شکر میکدہ میں وہ آکر سنور گئے

تکلیف اٹھائی دل نے کہ آرام سے کٹی
ہر طرح شاد دونوں زمانے گزر گئے

عوض تدبیر غم کے جان کھونا ہم کو آتا ہے
الگ بیٹھے ہوئے گوشے میں رونا ہم کو آتا ہے

نکالیں بحر غم سے ڈوبتوں کو یہ کہاں ہمت
خود اپنے ہاتھ سے اپنا ڈبونا ہم کو آتا ہے

کمال اے شاد ہم میں ہے نہ آتا ہے ہنر کوئی
مگر ایک ایک سے شرمندہ ہونا ہم کو آتا ہے

اکڑ لیں اهل دولت هم کو آنکي ریس کیا لازم

آنهیں مرنا نهو شائد مگر همکو تو مرنا هے

کبهي غافل نه رهنا نفس سے اے شاد سن رکهو

اگر ڈرنا هے دنیا میں تو اس دشمن سے ڈرنا هے

همارے حصے کي ساقي کبهي تو آہ ملے

کبهي تو بهول کے اس رند سے نگاہ ملے

حرم هو دیر هو آخر تهکے مسافر کو

ملے کهیں تو ٹهکانا کهیں تو راہ ملے

هے مقتضائے کرم یه کہ اپنے شیدا سے

اگر بہت نهیں ملتا تو گاہ گاہ ملے

نه پهنچوں درتلک اُس آستاں کو دیکهه تو لوں

ملے نه بار مگر تیري باگاہ ملے

هواے شوق میں چلا رہے یوں ذرے

کسي طرف تو همیں تیري جلوہ گاہ ملے

کهیں تو پاؤں کو پهیلا کے سوے راحت سے

کهیں تو شاد کو اے زندگي پناہ ملے

رہے ہر حال میں جو مطمئن جینا آسي کا ہے
پلائے جسکو خود پیر مغاں پینا آسي کا ہے

یہ بزم مے ہے یاں کوتاہ دستي میں ہے محرومي
جو بڑھکر خود اُٹھا لے ہاتھہ میں مینا آسي کا ہے

جہاں چاہے بشر کو لیکے جائے ہمت عالي
جسے کہتا ہے زاہد عرش یہ زینہ آسي کا ہے

مکدریا مصفا جسکو یہ دونوں ہي یکساں ہوں
حقیقت میں وہي میخوار ہے پینا آسي کا ہے

مبارک ہے یہ شب پي پي کے میخانہ میں اے مستو
گزارے جو شب آدینہ آدینہ آسي کا ہے

کدورت سے دل اپنا پاک رکھہ اے پیر پیري میں
کہ جسکو منہہ دکھاتا ہے یہ آئینہ آسي کا ہے

پس از معشوق مرنا عشق کو بدنام کرنا ہے
خدا مجنوں کو بخشے مرگیا اور ہم کو مرنا ہے

تعلق چھوڑ دیں پائیں کہاں تیراسا دل زاہد
ہمیں تو زندگي بھر دم آسي کافر کا بھرنا ہے

هزاروں آرزوئیں ساتھہ هیں اُس پر اکیلي هے

همارے روح بے برجھي هوئي اب تک پہیلي هے

اجل بھي ٹلگئي دیکھي گئي حالت نه آنکھوں سے

شب غم میں مصیبت سي مصیبت هم نے جھیلي هے

عدم کا تھا سفر در پیش ' توشه جب نه هاتھه آیا

بہت سي نامرادي چلتے چلتے ساتھه لي لي هے

نه پوچھو شاد ویراني کو دل کي کیا بتاؤں میں

تمنا جا چکي حسرت غریب اِس میں اکیلي هے

مشقت کے سوا کیا ملگیا مشقِ سخن کرکے

عدو چاروں طرف پیدا کئے هم نے یه فن کرکے

کہا سب کچھه حریفوں نے اِدھر روے سخن کرکے

مگر بیٹھے هیں خاموشي کو هم قفل دهن کرکے

قفس میں سوز غم سے میں اگر صیاد مرجاؤں

اُڑانا خاک میري رو بدیوار چمن کرکے

ملے آرام شاید شاد دل کو دشت غربت میں

اراده هے که کچھه دن دیکھه لوں ترک وطن کرکے

نہ چین اِس عقل کے ہاتھوں نہ آسائش ذرا پائي

بشر کے جسم میں اے روح کیوں کیسي سزا پائي

نہ دیکھے اے چمن دو پھول تجھہ میں ایک صورت کے

جو صورت ملگئي ' بو باس دونوں کي جدا پائي

آپ کے پاس بیٹھے سرد سرد آہیں جو بھرتا تھا

وہیں بستر لگایا جس جگہ ٹھنڈي ہوا پائي

بہت کچھہ پاؤں پھیلا کر بھي دیکھا شاد دنیا میں

مگر آخر جگہ ہم نے نہ دو گز کے سوا پائي

آنکھوں سے سدھاري بینائي سننے سے معطل گوش ہوئے

جب ہوش تھے تب مدہوش رہے جب ہوش نہیں تب ہوش ہوئے

شب عمر کي گزري ہمبزمو گرچپ نہ رہیں کیا منھہ سے کہیں

تھے شمع صفت اِس محفل میں جب صبح ہوئي خاموش ہوئے

غفلت کدہ ہے یہ میخانہ ساقي ہے یہاں کا بےپروا

کیوں شاد تمھیں آئي نہ حیا کیا سوچ کے تم میندوش ہوئے

جو آنکھیں ھوں تو چشم غور سے اوراق گل دیکھو
کسی کے حسن کي شرحین لکھي ھیں اِن رسالوں میں
خوشا وہ صدر میں جنکو جگہ وہ شاہ خوباں دے
ھمارا ذکر کیا اے شاد ھم ھیں خستہ حالوں میں

نقاب اِک دن الٹ دینا تھا اس روے دل آرا کو
ھم اپنا سا بنا لیتے کبھي تو اھل دنیا کو
نگاہ شوق مجنوں فرش سے تا عرش جاتي ھے
کہاں تک پردۂ محمل چھپائے روے لیلیٰ کو
لباس اھل تقویٰ پر نہیں کچھہ منحصر واعظ
کہیں کیا ھم کِس کس بھیس میں دیکھا ھے دنیا کو
زمانہ چاھتا ھے وزن ھر شی کا برابر ھو
گھٹا دیتا ھے اعلیٰ کو بڑھا دیتا ھے ادنیٰ کو
جو اُنکو بے حجاب اے شاد دیکھا چاھتے ھو تم
جلا دو اور بھي آئینۂ قلب مصفا کو

انہیں دیکھو کہ اب تک غفلتوں سے کام لیتے ہیں
ہمیں دیکھو کہ بے دیکھے انہیں کا نام لیتے ہیں
کہا دل نے مرے ہنسکر جو نقد داغ هاتهه آیا
ادھر ہم کام کرتے ہیں ادھر انعام لیتے ہیں
نگاہ ناز سے قیمت چکاتے نہیں دل کی
غرض ہے جس گھڑی جو کچھہ ملے وہ دام لیتے ہیں
کبھی مضطر کبھی محزون کبھی وحشی کبھی بیخود
تعجب ہے ہم ایسے دل سے کیونکر کام لیتے ہیں
نئے دکھہ میں پھنساتا ہے فلک اے شاد یا قسمت
جو بھولے سے بھی نام راحت و آرام لیتے ہیں

جہاں تک ہو بسر کر زندگی عالی خیالوں میں
بنادیتا ہے کامل بیٹھنا صاحب کمالوں میں
مری آنکھوں سے دیکھو حسن صورت کے علاوہ بھی
بہت سی خوبیاں ہیں اور بھی صاحب جمالوں میں
مرے پہلو سے آخر اٹھگیا غمخوار گھبرا کر
بہت مشکل ہے آکر بیٹھنا آشفتہ حالوں میں

دھر میں کیا کیا ھوئے ھیں انقلابات عظیم
آسماں بدلا زمیں بدلي نہ بدلي خوے دوست
کس خوشي سے تہنیت دیدیکے یوں کہتا ھے دل
وصل کي شب ھے مبارک دوست کو پہلوے دوست
شاد اھل شک یونہي شک میں پڑے رھجاینگے
ھم اِنھیں آنکھوں سے اک دن دیکھاینگے روے دوست

ناز کرشمہ ساز کیوں غمزۂ دلنواز کیوں
سب تو ھیں تیرے مبتلا اس پہ یہ امتیاز کیوں
ھم سے اگر ھوا نہ ضبط ھم نے کیا جو کچھہ کیا
ھم پہ اگر نہ تھا وثوق ھم سے بیاں راز کیوں
قامت فتنہ خیز کو خواھش حشر کسلیے
بازئ نو کي فکر میں نرگس نیم باز کیوں
اِسکے اُجاڑنے کي فکر خود ھمیں مدتوں سے تھي
دل کا مرے عدو ھوا نالۂ جانگداز کیوں
شاد سخن کي جان ھے بادۂ نغمۂ و سرود
آپ تو شعر کہتے ھیں آپ کو احتراز کیوں

کہاں ہے اسکا کوچہ کون ہے وہ کیا خبر قاصد
پر اتنا جانتا ہوں نام ہے عاشق نواز اسکا

بچا دل کو نہ غافل آتش مہر و محبت سے
جیھی تک ہے فروغ اس سوز سے جب تک ہے ساز اسکا

کریں دینداری کی حلت و حرمت پہ تقریریں
مجھے تو ملگیا ساقی سے فتواے جواز اسکا

نہ چھوڑے جستجوے یار خضر شوق سے کہدو
کسی دن خود لگالیگی پتا عمر دراز اسکا

کہاں یہ تاب و طاقت ہے کہ ہم قفل دہن کھولیں
خزانہ کی طرح دل میں لیئے بیٹھے ہیں راز اسکا

محو ہیں اپنی جگہ آسودگان کوئے دوست
آرزو دل میں ہے دل آنکھوں میں آنکھیں سوے دوست

نکلے آتے ہیں زمیں سے پھول کس کس رنگ کے
شعبدے دکھلا رہی ہے نرگس جادوے دوست

کسکی قدرت کون سمجھے اِن اِشاروں کو بھلا
خلوت اسرار دل ہے گوشۂ ابروے دوست

شاد صد شکر کٹی عمر مگر آج تلک
طرز یاران طریقت نہ فراموش رہا

محبت میں نہ کیوں جی سے گزر تا
مثل سچ ہے کہ مرتا کیا نہ کرتا
تڑپتا گر نہ زیر تیغ بسمل
لہو سے کیوں کسی کا ھاتھہ بھرتا
مزا کیا ہے حباب اِس زندگی کا
کہ تو دم بھر کسی کا دم تو بھرتا
غضب گہرا تھا بحر عشق اے شاد
جو ڈوبا اس میں پھر کیونکر ابھرتا

رہے دلبستگی غم سے بڑھے سوز و گداز اسکا
گرہ کھلجائیگی دل کی تو کھلجائیگا راز اسکا
زما نہ چاھیئے دل کو کہ حاصل ہو نیاز اسکا
بہت دیر آشنا ہے اے جبین شوق ناز اسکا

تابوت پہ میرے آئے جو وہ مٹی میں ملایا یوں کہہ کر
پھیلا دیئے دست و پا تونے اتنے می بس جی چھوٹ گیا
نازک تھا بہت ہی دل میرا اے شاد تحمل ہو نہ سکا
اک ٹھیس لگی تھی یوں ہی کیا جلد یہ شیشہ ٹوٹ گیا

آدمی لذت فانی سے آغوش رہا
ہوش رکھتا تھا پر افسوس کہ بے ہوش رہا
مدت العمر پہ مشتاق نگاہیں جو ملیں
میں جدا یار جدا بزم میں مدہوش رہا
درد رصافی کا لحاظ آفت جاں تھا ساقی
وائے ان بادہ کشوں پر جنھیں یہ ہوش رہا
لڑکھڑا کر جو گرا پاؤں پہ ساقی کے گرا
اپنی مستی کے تصدق کہ مجھے ہوش رہا
آخری جام میں کیا بات تھی ایسی ساقی
ہو گیا پیکے جو خاموش وہ خاموش رہا
صدقے اس بزم مقدس کے جہاں راتوں کو
ذکر بد مستیٔ یاران قدح نوش رہا

ناز کر اے جبین شوق طالع ارجمند پر
سنگ در نیاز پر نقش رہا سجود کا

اب تو امید ہے نہ یاس جی میں ہراس ہے نہ شوق
دل نے خیال اٹھا دیا اپنے زیان و سود کا

دے کے تجھی سبو مجھے صبر کا حوصلہ دیا
جسکی طلب تھی ساقیا اُس سے کہیں سوا دیا

کچھہ نہ کھلا کہ ہے پسند کیوں اسے بے تعلقی
جس نے تعلقات میں دل کو مرے پھنسا دیا

درد شب فراق کا میں نہ اُٹھا سکا مزا
تو نے تھپک کے اے اجل جلد مجھے سلا دیا

اب نہ پلٹ کے آئیگی عمر عزیز شاد حیف
دولت لازوال تھی تو نے جسے گنوا دیا

نالوں کی کشاکش سہہ نہ سکا خود تار نفس بھی ٹوٹ گیا
اک عمر سے تھی تکلیف جسے کل شب کو وہ قیدی چھوٹ گیا

انتخاب از کلام شاد عظیم آبادی

اب بھی اک عمر پہ جینے کا نہ انداز آیا
زندگی چھوڑ دے پیچھا مرا، میں باز آیا

یاد نے اُس نگر ناز کے ماری برچھی
پاس اپنے جو نیا کوئی فسوں ساز آیا

دل جو گھبرائے قفس میں تو زرا پر کھولوں
زور اتنا بھی نہ اے حسرت پرواز آیا

بے انیس اب چمن نظم ہے ویراں اے شاد
اب تک ایسا نہ کوئی زمزمہ پرداز آیا

موج فنا مٹا نہ دے نام و نشاں وجود کا
دیکھ حباب کی طرح شوق نکر نمود کا

هزاروں خواهشیں ایسي که هر خواهش په دم نکلے
بہت نکلے مرے ارماں لیکن پھر بھي کم نکلے

ڈرے کیوں میرا قاتل کیا رهیگا اسکي گردن پر
وہ خوں جو چشم تر سے عمر بھر یوں دمبدم نکلے

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے هیں لیکن
بہت بے آبرو هو کر ترے کوچہ سے هم نکلے

بھرم کھلجائے ظالم تیرے قامت کي درازي کا
اگر اس طرۂ پر پیچ و خم کا پیچ و خم نکلے

هوئي جنسے توقع خستگي کي داد پانے کي
وہ همسے بھي زیادہ خستہ تیغ ستم نکلے

محبت میں نہیں هے فرق جینے اور مرنیکا
اسیکو دیکھہ کر جیتے هیں جس کافر دم نکلے

کہاں میخانہ کا دروازہ **غالب** اور کہاں واعظ
پر اتنا جانتے هیں کل وہ جاتا تھا که هم نکلے

چال جیسے کڑي کمان کا تیر

دل میں ایسے کے جا کرے کوئي

بات پر واں زبان کٹتي ہے

وہ کہیں اور سنا کرے کوئي

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھہ

کچھہ نہ سمجھے خدا کرے کوئي

نہ سنو گر بُرا کہے کوئي

نہ کہو گر بُرا کرے کوئي

روک لو گر غلط چلے کوئي

بخش دو گر خطا کرے کوئي

کون ہے جو نہیں ہے حاجتمند

کس کی حاجت روا کرے کوئي

کیا کیا خضر نے سکندر سے

اب کسے رہنما کرے کوئي

جب توقع ہي اُٹھہ گئي غالب

کیوں کسي کا گلہ کرے کوئي

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہے

ساقی بجلوہ دشمن ایمان و آگہی

مطرب بنغمہ رہزن تمکین و ہوش ہے

یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشۂ بساط

دامان باغبان وکف گلفروش ہے

لطف خرام ساقی و ذوق صدائے چنگ

یہ جنت نگاہ و فردوس گوش ہے

یا صبحدم جو دیکھئے آکر تو بزم میں

نہ وہ سرور و سوز نہ جوش خروش ہے

داغ فراق صحبت شب کی جلی کٹی

اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

آتے ہیں غیب سے یہ مضامین خیال میں

غالب صریر خامہ نوائے سروش ہے

ابن مریم ہوا کرے کوئی

میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

یه پري چهره لوگ کیسي هیں
غمزہ و عشوہ و ادا کیا هے

شکن زلف عنبریں کیوں هے
نگه چشم سرمه سا کیا هے

سبزہ و گل کہاں سے آئے هیں
ابر کیا چیز هے هوا کیا هے

همکو انسے وفا کي هے امید
جو نهیں جانتے وفا کیا هے

هاں بهلا کر ترا بهلا هوگا
اور درویش کي صدا کیا هے

جان تمپر نثار کرتا هوں
میں نهیں جانتا دعا کیا هے

میں نے مانا که کچهه نهیں غالب
مفت هاتهه آئے تو بُرا کیا هے

قطعه

اے تازہ واردان بساط هوائے دل
زنهار اگر تمهیں هوس نائے و نوش هے

ہے کچھہ ایسي هي بات جوچپ هوں
ور نہ کیا بات کر نہیں آتي
هم وهاں هیں جہانسے همکو بهي
کچھہ هماري خبر نہیں آتي
مرتے هیں آرزو میں مرنے کی
موت آتي ہے پر نہیں آتي
کعبہ کس منہہ سے جاؤ گے غالب
شرم تمکو مگر نہیں آتي

دل نادان تجھے هوا کیا ہے
آخر اس درد کي دوا کیا ہے
هم هیں مشتاق اور وہ بیزار
یا الٰهي یہ ماجرا کیا ہے
میں بهي منہہ میں زباں رکھتا هوں
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے
جبکہ تجھہ بن نہیں کوئي موجود
پھر یہ هنگامہ ایخدا کیا ہے

دیکھنا تقریر کي لذت کہ جو اُسنے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھي میرے دل میں ھے
گرچہ ھے کس کس بُرائي سے ولے با اینہمہ
ذکر میرا مجھہ سے بہتر ھے کہ اُس محفل میں ھے
بس ھجوم نا امیدي خاک میں ملجائیگي
یہ جو اک لذت ھماري سعي بیحاصل مین ھے
ھے دل شوریدۂ غالب طلسم پیچ تاب
رحم کر اپني تمنا پر کہ کس مشکل میں‌نے

کوئي اُمید بر نہیں آتي
کوئي صورت نظر نہیں آتي
موت کا ایک دن معین ھے
نیند کیوں رات بھر نہیں آتي
آگے آتی تھي حال دل پہ ھنسي
اب کسي بات پر نہیں آتي
جانتا ھوں ثواب طاعت و زھد
پر طبعت اُدھر نہیں آتي

قفس میں مجھ سے رُوداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم
گری ہے جسپہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو

یہ کہہ سکتے ہو ہم دل میں نہیں ہیں پر یہ بتلاؤ
کہ جب دل میں تمہیں تم ہو تو آنکھوں سے نہاں کیوں ہو

غلط ہے جذب دل کا شکوہ دیکھو جرم کس کا ہے
نہ کھینچو گر تم اپنے کو کشاکش درمیاں کیوں ہو

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے
ہوے تم دوست جسکے دشمن اُسکا آسماں کیوں ہو

یہی ہے آزمانا تو ستانا کس کو کہتے ہیں
عدو کے ہو لئے جب تم تو میرا امتحاں کیوں ہو

کہا تم نے کہ کیوں ہو غیر کے ملنے میں رسوائی
بجا کہتے ہو سچ کہتے ہو پھر کہیو کہ ہاں کیوں ہو

نکالا چاہتا ہے کام کیا طعنوں سے تو غالب
ترے بیمہر کہنے سے وہ تجھپر مہرباں کیوں ہو

سادگی پر اُسکے مرجانیکی حسرت دلمیں ہے
بس نہیں چلتا کہ پھر خنجر کف قاتل مین ہے

حسن اور اسپہ حسن ظن رہ گئی بوالہوس کی شرم
اپنے پہ اعتماد ہے غیر کو آزمائے کیوں

واں وہ غرور عز و ناز یاں یہ حجاب پاس وضع
راہ میں ملیں کہاں بزم میں وہ بلائے کیوں

ہاں وہ نہیں خدا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی
جسکو ہویں و دل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں

غالب خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں
روئیے زار زار کیا کیجئے ہائے ہائے کیوں

کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنج فغاں کیوں ہو
نہ ہو جب دل ہی سینے میں تو پھر منھہ میں زباں کیوں ہو

وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں چھوڑیں
سبک سر بنکے کیا پوچھیں کہ ہم سے سر گراں کیوں ہو

کیا غمخوار نے رسوا لگے آگ اِس محبت کو
نہ لاوے تاب جو غم کی وہ میرا رازداں کیوں ہو

وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو

ہم موحد ہیں ہمارا کیش ہے ترک رسوم
ملتیں جب مٹگئیں اجزاے ایماں ہوگئیں

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹجاتا ہے رنج
مشکلیں مجھپر پڑیں اتنی کہ آساں ہوگئیں

یوں ہی گر روتا رہا غالب تو اے اہل جہاں
دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویراں ہوگئیں

دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئینگے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

دیر نہیں حرم نہیں در نہیں آستاں نہیں
بیٹھے ہیں رہگذر پہ ہم غیر ہمیں اٹھائے کیوں

جب وہ جمال دلفروز صورت مہر نمیروز
آپ ہی نظارہ سوز پردے میں منھہ چھپائے کیوں

دشنۂ غمزہ جانستاں ناوک ناز بے پناہ
تیرا ہی عکس رخ سہی سامنے تیرے آئے کیوں

قید حیات و بند غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

ترے جواھر طرف کلہ کو کیا دیکھیں
ہم اوج طالع لعل و گہر کو دیکھتے ہیں

سب کہاں کچھہ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہونگي کہ پنہاں ہوگئیں
یاد تھیں ہمکو بھي رنگا رنگ بزم آرایاں
لیکن اب نقش و نگار طاق نسیاں ہوگئیں
قید میں یعقوب نے لي گو نہ یوسف کي خبر
لیکن آنکھیں روزن دیوار زنداں ہوگئیں
سب رقیبوں سے ہوں ناخوش پر زنان مصر سے
ھے زلیخا خوش کہ محو ماہ کنعاں ہوگئیں
جوے خوں آنکھوں سے بہنے دو کہ ھے شام فراق
میں یہ سمجھونگا کہ شمعیں دو فروزاں ہوگئیں
نیند اسکي ھے دماغ اسکا ھے راتیں اسکي ہیں
تیري زلفیں جسکے بازو پر پریشاں ہوگئیں
وہ نگاھیں کیوں ہوئي جاتي ہیں یارب دلکے پار
جو مري کوتاھي قسمت سے مژگاں ہوگئیں

سو وہ بھي کہتے هيں کہ يہ بے ننگ و نام ہے
يہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو ميں
چلتا هوں تھوڑي دور ہر ايک تيز رو کيساتھ
پہچانتا نہيں هوں ابھي راهبر کو ميں
خواهش کو احمقوں نے پرستش ديا قرار
کيا پوجتا هوں اس بت بيداد گر کو ميں
پھر بيخودي ميں بھول گيا راہ کوے يار
جاتا ور نہ ايک دن اپني خبر کو ميں
اپنے پہ کر رها هوں قياس اهل دهر کا
سمجھا هوں دلپذير متاع هنر کو ميں

يہ هم جو هجر ميں ديوار و در کو ديکھتے هيں
کبھي صبا کو کبھي نامہ بر کو ديکھتے هيں
وہ آئے گھر ميں همارے خدا کي قدرت ہے
کبھي هم انکو کبھي اپنے گھر کو ديکھتے هيں
نظر لگے نہ کہيں اسکے دست و بازو کو
يہ لوگ کيوں مرے زخم جگر کو ديکھتے هيں

ھمنے مانا کہ تغافل نہ کروگے لیکن

خاک ھوجائینگے ھم تم کو خبر ھونے تک

پر تو خور سے ھے شبنم کو فنا کي تعلیم

میں بھي ھوں ایک عنایت کي نظر ھونے تک

یک نظر بیش نہیں فرصت ھستي غافل

گرمي بزم ھے اک رقص شرر ھونے تک

غم ھستي کا اسد کس سے ھو جز مرگ علاج

شمع ھر رنگ میں جلتي ھے سحر ھونے تک

حیراں ھوں دلکو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں

مقدور ھو تو ساتہ رکھوں نوحہ گر کو میں

چھوڑ نہ رشک نے کہ ترے گھر کا نام لوں

ھر اک سے پوچھتا ھوں کہ جاؤں کدھر کو میں

جانا پڑا رقیب کے در پر ھزار بار

اے کاش جانتا نہ تري رھگذر کو میں

ھے کیا جو کس کے باندھے میري بلا ڈرے

کیا جانتا نہیں ھوں تمھاري کمر کو میں

اب جفا سے بھي ھيں محروم ھم اللہ اللہ
اس قدر دشمن ارباب وفا ھو جانا

ضعف سے گريہ مبدل بدم سرد ھوا
باور آيا ھميں پاني کا ھوا ھو جانا

دل سے مٹنا تري انگشت حنائي کا خيال
ھو گيا گوشت سے ناخن کا جدا ھو جانا

ھے مجھے ابر بہاري کا برس کر کھلنا
روتے روتے شب فرقت ميں فنا ھو جانا

بخشے ھے جلوۂ گل ذوق تماشا غالب
چشم کو چاھئے ھر رنگ ميں وا ھو جانا

آہ کو چاھئے اک عمر اثر ھونے تک
کون جيتا ھے تري زلف کے سر ھونے تک

دام ھر موج ميں ھے حلقۂ صد کام نہنگ
ديکھيں کيا گذري ھے قطرہ پہ گہر ھونے تک

عاشقي صبر طلب اور تمنا بيتاب
دل کا کيا رنگ کروں خون جگر ھونے تک

جور سے باز آئے پر باز آئیں کیا

کہتے ھیں ہم تجھہ کو منھہ دکھلائیں کیا

رات دن گردش میں ھیں سات آسماں

ھو رہے گا کچھہ گھبرائیں کیا

لاگ ھو تو اسکو ہم سمجھیں لگاؤ

جب نہ ھو کچھہ بھي تو دھوکا کھائیں کیا

ھو لئے کیوں نامہ بر کے ساتھہ ساتھہ

یا رب اپنے خط کو ہم پہنچائیں کیا

موج خوں سر سے گذر ھي کیوں نہ جاے

آستان یار سے اُٹھہ جائیں کیا

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کي راہ

مر گئے پر دیکھئے دکھلائے کیا

پوچھتے ھیں وہ کہ غالب کون ہے

کوئي بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ھو جانا

درد کا حد سے گذرنا ہے دوا ھو جانا

ریختي کے تمھیں اُستاد نہیں ھو غالب
کہتے ھیں اگلے زمانے میں کوئي میر بھي تھا

غرض نیاز عشق کے قابل نہیں رھا
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رھا
جاتا ھوں داغ حسرت ھستي لئے ھوئے
ھوں شمع کشتہ در خور محفل نہیں رھا
مرنے کي ایدل اور ھي تدبیر کر کہ میں
شایان دست و بازوے قاتل نہیں رھا
واکر دیے ھیں شوق نے بند نقاب حسن
غیر از نگاہ اب کوئي حائل نہیں رھا
گو میں رھا رھین ستمھاے روزگار
لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رھا
بیداد عشق سے نہیں ڈرتا مگر اسد
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رھا

کچھہ تو پڑھئے کہ لوگ کہتے ھیں

آج **غالب** غزل سرا نہ ھوا

ھوئي تاخير تو کچھہ باعث تاخير بھي تھا

آپ آتے تھے مگر کوئي عنا گير تھا

تمسے بيجا ھے مجھے اپني تباھي کا گلہ

اس ميں کچھہ شائبۂ خوبي تقدير بھي تھا

تو مجھے بھول گيا ھو تو پتا بتلا دوں

کبھي فتراک ميں تيرے کوئي نخچير بھي تھا

بجلي اک کوند گئي آنکھوں کے آگے تو کيا

بات کرتے کہ ميں لب تشنہ تقرير بھي تھا

پيشہ ميں عيب نہيں رکھئے نہ فرھاد کو نام

ھم ھي آشفتہ سروں ميں وہ جوانمير بھي تھا

ھم تھے مرنے کو کھڑے پاس نہ آيا نہ سہي

آخر اس شوخ کي ترکش ميں کوئي تير بھي تھا

پکڑے جاتے ھيں فرشتوںکے لکھے پر ناحق

آدمي کوئي ھمارا دم تحرير بھي تھا

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب

تجھے ہم ولي سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

درد منت کش دوا نہ ہوا

میں اچھا ہوا بُرا نہ ہوا

جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو

اک تماشا ہوا گلا نہ ہوا

ہم کہاں قسمت آزمانے جائیں

تو ہي جب خنجر آزما نہ ہوا

کتنے شیرین ہیں تیرے لب کہ رقیب

گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا

ہے خبر گرم اُن کے آنے کي

آج ہي گھر میں بوریا نہ ہوا

کیا وہ نمرود کي خدائی تھي

بندگي میں مرا بھلا نہ ہوا

جان دي دي ہوئي اسي کي تھي

حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ترے وعدہ پر جئے هم تو یه جان جهوٹ جانا
که خوشي سے مر نه جاتے اگر اعتبار هوتا

کوئي میرے دلسے پوچھے ترے نیمکش کو
یه خلش کہاں سے هوتي جو جگر کے پار هوتا

یه کہاں کي دوستي هے که بنے هیں دوست ناصح
کوئي چارہ ساز هوتا کوئي غمگسار هوتا

رگ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو که پھر نه تھمتا
جسے غم سمجھه رهے هو یه اگر شرار هوتا

غم اگرچه جاں گسل هے پہ کہاں بچیں که دل هے
غم عشق گر نه هوتا غم روزگار هوتا

کہوں کس سے میں که کیا هے شب غم بُري بلا هے
مجھے کیا بُرا تھا مرنا اگر ایک بار هوتا

هوے مر کے هم جو رسوا هوے کیوں نه غرق دریا
نه کبھي جنازہ اُٹھتا نه کہیں مزار هوتا

اُسے کون دیکھه سکتا که یگانه هے وہ یکتا
جو دوئي کي بو بھي هوتي تو کہیں دو چار هوتا

دوست غمخواریمیں میري سعي فرماوینگے کیا

زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھہ جاوینگے کیا

بے نیازي حد سے گذري بندہ پرور کب تلک

ہم کہینگے حال دل اور آپ فرماوینگے کیا

حضرت ناصح گر آویں دیدہ و دل فرش راہ

کوئي مجھہ کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھاوینگے کیا

آج واں تیغ و کفن باندھے ہوئے جاتا ہوںمیں

عذر میري قتل کرنیمیں وہ اب لاوینگے کیا

گر کیا ناصح نے ہمکو قید اچھا یوں سہي

یہ جنون عشق کے انداز چھٹ جاوینگے کیا

خانہ زاد زلف ہیں زنجیر سے بھاگینگے کیوں

ہیں گرفتار وفا زندان سے گھبراوینگے کیا

ہے اب اس معمورہ میں قحط غم الفت اسد

ہم نے یہ مانا کہ دلی میں رہیں کھاوینگے کیا

یہ نہ تھي ہماري قسمت کہ وصال یار ہوتا

اگر اور جیتے رہتے یہي انتظار ہوتا

انتخاب از دیوان غالب

مصنفهٔ

میرزا اسد الله خان غالب نجم الدولہ دبیر الملک نظام جنگ مرحوم

بسکہ دشوار ھے ھر کام کا آساں ھونا

آدمي کو بھي میسر نھیں انساں ھونا

گریہ چاھے ھے خرابي مرے کاشانے کي

در و دیوار سے ٹپکے ھے بیاباں ھونا

واے دیوانگي شوق کہ ھردم مجھہ کو

آپ جانا اُدھر اور آپ ھي حیراں ھونا

کي مرے قتل کے بعد اُسنے جفا سے توبہ

ھاے اس زود پشیماں کا پشیماں ھونا

حیف اُس چار گرہ کپڑے کي قسمت **غالب**

جسکي قسمت میں ھو عاشق کا گریباں ھونا

قفس کو لے کے میں اُڑ جاؤنگا کہاں صیاد

ادھر ھے تاک میں اُلجھا نیکے ترے سنبل
اُدھر ھے دام بچھاے ھوے محبت گل
پھنسا ھي لینے کي ھے فکر جا بجا بالکل
نکالیو نہ قدم آشیاں سے او بلبل
لگائے بیٹھے ھیں پھندے جہاں تہاں صیاد

نہ اسکے دام میں آتا میں زینہار اے رند
یہ کشمکش نہ اٹھاتا میں زینہار اے رند
کبھي فریب نجاتا میں زینہار اے رند
فریب دانہ نہ کھاتا میں زینہار اے رند
نہ کرتا دام اگر خاک میں نہاد صیاد

———

هر ایک بات میں سو سو طرح لبھاتا ہے
اداس دیکھہ کے مجھکو میں دکھاتا ہے

کئي برس میں ہوا ہے مزاج داں صیاد

سنے تو اب بھي مذکور بیشتر میرے
رہ تیز پرتھا کہ تھے قاف تک گذر میرے
پر اب تو رحم ہي لازم ہے حال پر میرے
رہے نہ کاہل پروانہ بال و پر میرے

قفس سے اڑ کے میں اب جاؤنگا کہاں صیاد

خدا گواہ ہے تعریف ہو نہیں سکتي
زیادہ گھر سے بھي راحت مجھے قفس میں ملي
اب اسکي ذات سے اتني مجھے توقع تھي
عزیز رکھتا ہے کرتا ہے خاطریں میري

ملا ہے خوبي قسمت سے قدرداں صیاد

مرا خیال ترے دلمیں کب گذرتا ہے
کبھي نہ مانونگا میں تو خدا سے ڈرتا ہے
غرضکہ میري ہلاکت پہ تو بھي مرتا ہے
پرونکو کھولدے ظالم جو بند کرتا ہے

کچھہ اور مجھکو شکایت نہیں یہ ھے یہ گلا
بہار کیا کہ خزانمیں چھوا نہ اک تنکا
عبث یہ اور ستم ایجاد کیوں غضب توڑا
اجاڑا موسم گل ھی آشیاں میرا
الٰہی ٹوٹ پڑے تجھہ پہ آسمان صیاد

بیاں کر نہیں سکتا جو میری حالت ھے
حواس باختہ ھوں مجھہ پر اک مصیبت ھے
ابھی ھوں تازہ گرفتار زور وحشت ھے
عجیب قصہ ھے دلچسپ اک حکایت ھے
سناؤنگا گل و بلبل کی داستان صیاد

تری ھی قید میں اللہ نے کیا پیدا
یہیں پہ ھوش سنبھالا نکالا پر پرزا
بیاں کیا کریں واقف جب نہوں اصلا
سنا نہیں کسے کہتے ھیں گل چمن کیسا
قفس کو جانتے ھیں ھمتو آشیاں صیاد

کلام کرتا ھے وہ دل کو جو خوش آتا ھے
حکایت گل و بلبل مجھے سناتا ھے

مخمس غزل خود حسب الارشاد امجد علي شاه بهادر مرحوم

جسے که یاد نہو اپنا آشیان صیاد
بھلا وہ خاک کہے حال بوستان صیاد
عبث عبث تو نہو مجھہ سے بدگمان صیاد
کھلي هے کنج قفس میں مري زبان صیاد
میں ماجراے چمن کیا کروں بیان صیاد

خراب تھا مرے همراہ سایه سان صیاد
چمن میں تھا کبھي بن میں رواں دواں صیاد
غرض که ساتھه هي پهونچا جهاں تهاں صیاد
جهاں گیا میں گیا دام لیکے واں صیاد
پھرا تلاش میں میري کہاں کہاں صیاد

بتنگ کر دیا دنیا کے کار خانے نے
بٹھایا خاک مذلت په سر اٹھانے نے
پھنسایا لاکے کہاں حیف اس زمانے نے
دکھایا کنج قفس مجکو آب و دانے نے
وگرنه دام کہاں میں کہاں کہاں صیاد

حق اسیري کا تیري او صیاد
جاؤنگا دام دام ادا کر کے

ترک مطلب حصول مطلب ہے
بیٹھہ رہ ترک مدعا کر کے

صبحدم انفعال عصیان سے
خود پشیمان ہوا دعا کرکے

ہجر میں تھي کسے اُمید سحر
رات کاٹي خدا خدا کر کے

نہ ہوا غیر رنج خاک حصول
تجھسے او بیوفا وفا کر کے

اور درد جگر نے شدت کي
فائدہ کیا ہوا دوا کر کے

قدر میري تجھے نہ تھي صیاد
ہاتھہ ملتا ہے کیوں رہا کر کے

کس کا پیرو ہو شاعري میں رند
خواجہ آتش کو پیشوا کرکے

———

شکست جام کا بہتان ہم رندونپہ جوڑا ہے
بھلا ساقي کسي نے بھي قدح کو اپنے توڑا ہے

اڑا یوں دھجیاں کرکے نہ تو میرے گریباں کو
جنوں کن وقتوں سے میںنے اک اک تار جوڑا ہے

یہ ساري روایت تیسا ہے نہیں سونے دیا دم بھر
الٰہي دل ہے پہلو میں مرے یا کوئي پھوڑا ہے

الٰہي الاماں رہیو نگہبان اپنے بندوں کا
بلا نازل ہوئي شانے پہ کاکل اُس نے چھوڑا ہے

پھنسائیں بلبلیں گن گن کے توڑے پھول چن چنکے
چمن میں تم نے او صیاد و گلچیں کچھہ چھوڑا ہے

جورہ روٹھے ہیں تو کس کس خوشامد سے منایا ہے
کبھي پاؤں پڑے ہیں ہم کبھي ہاتھوں کو جوڑا ہے

ترا اور رند کا انصاف ہوگا اب قیامت کو
سمجھہ لیگا رهي تجھہ سے خدا پر اُسنے چھوڑا ہے

کیا ملا عرض مدعا کرکے
بات بھي کھوئي التجا کرکے

مرتے هیں بنگئی هے جان پہ بیچاروں کي

خوب لي تم نے خبر اپنے گرفتاروں کي

شعله رخسار همیشه سے رهے مد نظر

آنکهیں سینکا کئے هم آنچ پہ انگاروں کي

اے جنون آبلۂ پا مرے کس کام آئے

تر هوئی کون سے دن خشک زبان خواروں کي

رسن زلف رسا میں آنهیں کس کر باندهو

یهي تعزیر هے اُلفت کے گنهگارون کي

زلفیں سرکا کے دکهادو جو ذرا عارض صاف

قلعي کهلجائے ابهي آئینه رخساروں کي

یارب اعمال کي اپنے یهیں هو جائے جزا

حشر پر رکهیو نه تعزیر گنهگاروں کي

رند کهلتا نهیں کچهه حال تمهارا کیا هے

زرد سے هو گئے هو شکل هے بیماروں کي

ستم کیا کیا شب فرقت میں تو نے مجهپه توڑا هے

سزا هے تري اور دل تجهپه جو کچهه هو سو تهوڑا هے

عشق معبرب سے زنہار نہ کر دل خالی

یہ صراحي مے اُلفت سے بھري رهنے دے

نہ رهي حسرت پرواز گلستان باقي

اب قفس میں مجھے بے بال و پري رهنے دے

خودپسندي یہ سمجھاتي هے انهیں ان روز دن

آرسي سامنے هر وقت دهري رهنے دے

وعدہ پھر آنیکا لیلونمیں دم رخصت یار

هوش اتنا تو مجھے بے خبري رهنے دے

کنج زندان میں بسر کیجئے کس راحت سے

پا بزنجیر جو شوریدہ سري رهنے دے

سب گرفتاروں کو آزاد نہ کر زندان سے

ایک دیوانہ تو اے رشک پري رهنے دے

کھل هي جائیگا مرا شوق شهادت قاتل

تو چھري تو رگ گردن پہ دهري رهنے دے

میں تو هرچند میرا رهوں اُلفت سے رند

دل بھي تو مجھکو محبت سے بهري رهنے دے

جسوقت تیغ ناز کهینچي بوالهوس کہاں
وہ ہم ہیں معرکونمیں جو سینہ سپر گئے

جانبازي اپنا کهیل هے ہم سرفروش ہیں
عاشق نہیں وہ لوگ جو مرنے سے ڈر گئے

جو سن رہ ہوا اسے ہموار کر دیا
سیل بلا کي طرح گئے ہم جدہر گئے

رکهتے ہیں راست باز ترے تیر کا خواص
پهر مڑکے بهي نہ دیکها گئے ہم جدہر گئے

کیا کیا اذیتیں نہ سہیں ہجر یار میں
موت آئے ایسے جینے کو ہم کیوں نہ مر گئے

سورج مکهي کے پهول کا عالم هے آنکهہ کا
یہ بهي تمهارے ساتهہ پهري تم جدہر گئے

ہمراہ میرے رند بهي تهے کوئے یار تک
پهر ہم ادهر کو آئے میاں وہ اُدهر گئے

روبرو دل تیرے تصویر دهري رهنے دے
آپ میں اُسکو اگر بے خبري رهنے دے

سنا ہے آتش گل نے جلا دیا گلشن

بچا کہ خاک ہوا آشیاں نہیں معلوم

نہ آیا وادی مجنوں میں ناقۂ لیلی

کدھر کو لیکے گیا ساربان نہیں معلوم

چمن کو چھوڑ کے بلبل ستم سے گلچیں کے

کدھر کو لیکے گئی آشیاں نہیں معلوم

کرم کرے کبھی اس مشت خار و خس پر بھی

ہمارا برق کو کیا آشیاں نہیں معلوم

نہ کر مذمت رندان خموش اے واعظ

وہ کس کے حال پہ ہے مہربان نہیں معلوم

رہینگے کب تلک اے رند خواب غفلت میں

ہیں کس خیال میں اہل جہان نہیں معلوم

———

وعدہ پہ تم نہ آئے تو کچھ ہم نہ مر گئے

کہنے کو بات رہ گئی اور دن گذر گئے

بیمار پاس اپنے جو آتا ہے آچکیں

کس درد کی دوا ہیں وہ جب ہم ہی مر گئے

کسطرف جائیگي برداشته خاطر هو کر

باغ کیوں کرتي هے گلچیں نے حوالے بلبل

عہد طفلي سے وہ گل مائل عشاق رها

طائروںکا جو هوا شوق تو پالے بلبل

دم بدم سینۂ سوزاں سے نہ کر نالۂ گرم

پڑ نہ جائیں تري منقار میں چھالے بلبل

نہ رهے گل هي گلستاں میں جو تھے رتبہ شناس

اٹھہ گئے سب ترے پہچاننے والے بلبل

چہچہے بند کریگا تو یہ هو جائے گي بند

کہدے گلچیں کہ زباں اپني سنبھالے بلبل

بتائے کس کو رہ بوستاں نہیں معلوم

نہال کس کو کرے باغباں نہیں معلوم

مثال گرد پس قافلہ هوں سرگرداں

گیا کدھر کو مرا کارواں نہیں معلوم

همیشه ایک سا عالم هے باغ هستي میں

کچھه اس چمن کي بہار و خزاں نہیں معلوم

دید گل کے تجھے پڑجائینگے لالے بلبل
پڑگئي جب کسي صیاد کے پالے بلبل

کان کھڑلے ھوئے گل گوش بر آواز ھے آج
درد دل جو تجھے کہنا ھو سنالے بلبل

پھر رھي کنج قفس ھے وھي صیاد کا گھر
اور دو روز ھوا باغ کي کھالے بلبل

پہلے گلشن کي ھوا دیکھ لے رھکر چندے
آشیان کي تو ابھي طرح نہ ڈالے بلبل

دست انداز نہ ھو گل پہ ابھي اے گلچیں
صبر کر صبر ذرا باغ سے جالے بلبل

ھاتھہ اوراق گل آویں تو بنا کر اجزا
لکھوں رنگین مضامین کے رسالے بلبل

آگر شاعري ایک اشارت بس است ۔

نہ رھي بوئے وفا ایک بھي گل میں باقي
ابتر اس باغ سے اللہ آٹھالے بلبل

مطلب تھا بندگی تیری یا دیر یا حرم

سجدہ تجھی کو کافر و دیندار نے کیا

بے یار سیر باغ جو کی میں نے جائے **رند**

دل داغ داغ لالۂ گلزار نے کیا

دل میرا شیشہ نہ تھا دیتا صدا جو ٹوٹکر

بہگیا ہمراہ اشک اک آبلہ سا پھوٹ کر

کیا مداوا دل کی بیتابی کا کرتا ہجر میں

چیر کر پہلو اگر مرچیں نہ بھرتا کوٹ کر

آب و تاب چشم جاناں دیکھکر ثابت ہوا

بھردئے ہیں صانع قدرت نے موتی کوٹ کر

خاک اُڑتی ہے چمن میں اب کہا لطف بہار

کر دیا تاراج گلشن کو خزاں نے لوٹ کر

پار ہوتی ہے جگر کے آج فریاد جرح

کوئی پیچھے رہگیا ہے قافلے سے چھوٹ کر

عاشق صادق ہے تیرا **رند** دل آسکا نہ توڑ

شیشہ بن سکتا ہے دل بنتا نہیں پھر ٹوٹ کر

دیکھکر دامن صحرا کو چمن یاد آیا

سیر غربت میں جو کي هم نے وطن یاد آیا

هم نے شادي میں بھي ماتم نہ فراموش کیا

پهني پوشاک مکلف تو کفن یاد آیا

جانیوالوں پہ عدم کے نہ میں روؤں کیونکر

هوں میں غربت زدہ مجھکو بھي وطن یاد آیا

لحد تیرہ کي ایذا مجھے راحت هوگي

شب هجراں کا اگر رنج و محن یاد آیا

تیرے کوچے کا تصور مجھے فرقت میں بندھا

قید میں بلبل شیدا کو چمن یاد آیا

بولتے بولتے کیوں هوگئے خاموش اے **رند**

کس پري کا تمھیں انداز سخن یاد آیا

هنگامہ گرم آہ شرربار نے کیا

رسوائے خاص و عام دل زار نے کیا

وہ جنس ناقبول هوں بازار دهر میں

رخ اسطرف کبھي نہ خریدار نے کیا

انتخاب از دیوان رند

مصنفهٔ

سید محمد خاں رند مرحوم فیض آبادي

حور پر آنکهه نه ڈالے کبهي شیدا تیرا

سب سے بیگانه هے ایدوست شناسا تیرا

راه میں اُسکي جو ثابت قدمي هو تجهسے

سجده کهه جانے ملک نقش کف پا تیرا

ایک عالم کو ترے نام کا هے ورد ایدوست

میں هي کچهه ذکر نهیں کرتا هوں تنها تیرا

کسکي آنکهوں سے دعویٰ تجهے همچشمي کا

کسطرف دهیان هے او نرگس شهلا تیرا

قصد کر کے نهیں کهینچا قلم قدرت نے

خود بخود بنگیا بے ساخته نقشا تیرا

عاشق روئے پري شیفتهٔ حور نهیں

جانجاں رند هے دیوانه و شیدا تیرا

زمیں چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

تمہارے شہید ونمیں داخل ہوے ہیں

گل و لالہ و ارغواں کیسے کیسے

بہار آئی ہے نشہ میں جھومتے ہیں

مریدان پیر مغاں کیسے کیسے

نہ مڑ کر بھی بیدرد قاتل نے دیکھا

تڑپتے رہے نیمجاں کیسے کیسے

نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا

مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

غم و غصۂ و رنج و اندوہ و حرماں

ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے

کرے جس قدر شکر نعمت وہ کم ہے

مزے لوٹتی ہے زباں کیسے کیسے

خوشي سے اپني رسوائي گوارا هو نهيں سکتي
گريبان پهاڑتا هے تنگ جب ديوانه آتا هے

فراق يار ميں دل پر نهيں معلوم کيا گزري
جو اشک آنکهوں ميں آتا هے سو بيتابانه آتا هے

طلب دنيا کو کرکے زن مريدي هو نهيں سکتي
خيال آبروے همت مردانه آتا هے

هميشه فکر سے يان عاشقانه شعر ڈهلتے هيں
زبان کو اپني بس اک حسن کا افسانه آتا هے

تماشا گاه هستي ميں عدم کا دهيان هے کسکو
کسے اس انجمن ميں ياد خلوت خانه آتا هے

پهنسا ديتا هے مرغ دل کو دام زلف پيچان ميں
تمهارے خال رخ کو بهي فريب دانه آتا هے

خدا کا گهر هے بتخانه همارا دل نهيں آتش
مقام آشنا هے يان نهيں بيگانه آتا هے

دهن پر هيں اُن کے گمان کيسے کيسے
کلام آتے هيں درميان کيسے کيسے

آسماں مرکے تو راحت ہو کہیں تھوڑي سي
پاؤں پھیلانے کو ھاتھ آئے زمیں تھوڑي سي

کونسا گل نہیں گلزار جہاں میں مغرور
کسکے چہرے میں نہیں چین جبیں تھوڑي سي

میہمانوں میں ہیں اس خوان فلک کے ہم بھي
اپني قسمت کي بھي ھے نان جویں تھوڑي سي

چار دن اپنے محبوں سے محبت کرتے
لذت عشق بھي چکھتے یہ حسین تھوڑي سي

توبہ کرني ھے گناھوں سے تو کرلے غافل
ورنہ فرصت ھے دم باز پسین تھوڑي سي

مدت العمر ھے اک چشم زدن کا وقفہ
کرلیں ہو حق یہ خرابات نشیں تھوڑي سي

فکر رنگیں سے لگا اسمیں اک باغ آتش
ربع مسکوں سے الگ ھے یہ زمیں تھوڑي سي

مگر اُس کو فریب نرگس مستانہ آتا ھے
اُلٹتی ھیں صفیں گردش میں جب پیمانہ آتا ھے

یہ کس رشک مسیحا کا مکاں ہے
زمیں یاں کي چہارم آسماں ہے
خدا پنہاں ہے عالم آشکارا
نہاں ہے گنج ویرانہ عیاں ہے
دل روشن ہے روشن گر کي منزل
یہ آئینہ سکندر کا مکاں ہے
تکلف سے بری ہے حسن ذاتي
قبائے گل میں گل بوٹا کہاں ہے
شگفتہ رهتي ہے خاطر همیشہ
قناعت بھي بہار بےخزاں ہے
بہت آتا ہے یاد اے صبر مسکین
خدا خوش رکھے تجھکو تو جہاں ہے
جرس کے ساتھہ دل رہتے ہیں نالاں
مرے یوسف کا عاشق کارواں ہے
قد معشوب کو شاعر کہیں سرو
قیامت کا یہ اے آتش نشاں ہے

وهي سودائے کاکل کا هے عالم جو که سابق تها

یه شب بمار پر بهاري جو آگے تهي سو اب بهي هے

وهي بازار گرمي هے محبب کي هنوز **آتش**

وه یوسف کي خریداري جو آگے تهي سو اب بهي هے

طفلي میں بهي شادي متوحش رهي همسے

چهٹي نه ملي جمعه کو بهي هفته کے غم سے

هاتهه آنا تعجب نهیں اس رشک پري کا

چل جاے تو کیا داغ جنون کم هے درم سے

وه گرم رو بادیه عشق جنون هوں

جلتا هے چراغ آج مرے نقش قدم سے

هر حسن کا عاشق جو مري طرح برهمن

زنار کو دوتار ملیں زلف صنم سے

کعبه میں بت خانه کي شکلونکو نه بهولا

یاد آگئي ابرو مجهے محراب حرم سے

تا چند کرے کا رقم سوز دل **آتش**

رکهه هاته نکلتا هے دهواں مغزِ قلم سے

وهي چتون کي خونخواري جو آگے تهي سو اب بهي هے
تري آنکهوں کي بيماري جو آگے تهي سو اب بهي هے

وهي نشو و نمائے سبزه هے گور غريبان پر
هوائے چرخ زنگاري جو آگے تهي سو اب بهي هے

تعلق هے وهي تا حال ان زلفوں کے سودے سے
سلاسل کي گرفتاري جو آگے تهي سو اب بهي هے

وهي سر کا پٹکنا هے وهي رونا هے دن بهر کا
وهي راتوں کي بيداري جو آگے تهي سو اب بهي

رواج عشق کے آئين وهي هيں کشور دل ميں
ره و رسم وفا جاري جو آگے تهي سو اب بهي هے

وهي جي کا جلانا هے پکانا هے وهي دل کا
وه اس کي گرم بازاري جو آگے تهي سو اب بهي هے

نياز خانمانه هے وهي فضل الهي سے
بتونکي ناز برداري جو آگے تهي سو اب بهي هے

فراق يار ميں جس طرح سے مرتا تها مرتا هوں
وهي روح و تن کي بيزاري جو آگے تهي سو اب بهي هے

کسي طرف سے تو نکلےگا آخر اے شہ حسن
فقیر دیکھتے ھیں راہ کو بکو تیري
زمانہ میں کوئي تجسا نہیں ھے سیف زبان
رھےگي معرکہ میں آتش آبرو تیري

یہ آرزو تھي تجھے گل کے رو برو کرتے
ھم اور بلبل بیتاب گفتگو کرتے
پیام بر نہ میسر ھوا تو خوب ھوا
زبان غیر سے کیا شرح آرزو کرتے
مري طرح سے مہ و مہر بھي ھیں آوارہ
کسي حبیب کي یہ بھي ھیں جستجو کرتے
جو دیکھتے تري زنجیر زلف کا عالم
اسیر ھونے کي آزاد آرزو کرتے
بیاض گردن جانان کو صبح کہتے جو ھم
ستارۂ سحري تکمۂ گلو کرتے
نہ پوچھہ عالم بر گشتہ طالعي آتش
برستي آگ جو باران کي آرزو کرتے

وہ گل ہون مین کہ ترا رنگ جس سے ظاہر ہے
وہ غنچہ ہون کہ بغل مین ہے جسکی بو تیری

پھرے ہین مشرق و مغرب سے تا جنوب و شمال
تلاش کی ہے صنم ہمنے چار سو تیری

شب فراق مین اِک دم نہیں قرار آیا
خدا گواہ ہے شاہد ہے آرزو تیری

دماغ اپنا بھی اے گلبدن معطر ہے
صبا ہی کے نہین حصہ مین آئی بو تیری

پڑھا ہے ہمنے بھی قرآن قسم ہے قرآن کی
جواب ہی نہین رکھتی ہے گفتگو تیری

میری طرفسے صبا کہیو میرے یوسف سے
نکل چلی ہے بہت پیرہن سے بو تیری

جو ابر گریہ زنان ہے تو برق خندان زنان
کسی مین خو ہے ہماری کسی مین خو تیری

یہ چاک جیب کے حق مین دعائے مجنون ہے
نہ ہو وہ دن کہ درستی کرے رفو تیری

مشتاق جو ہوتا ہون کعبه کي زيارت کا

آنکھین پھري جاتي ہين طرف حرم دل کو

توڑے دل عاشق کو وہ بت تو عجب کيا ھے

کافر ھے سمجھتا ھے کيا کعبه کي منزل کو

نظارۂ صورت سے معني کا خيال آيا

ليلي کے ہوئے مجنون ہم ديکھکے محمل کو

سودائيون کي تيرے روح آئي ھے قالب مين

اے زلف سيه سن کر آواز سلاسل کو

بے طرح پھنسا ھے تو اُس زلف کے پھنديمين

الله کرے آسان ايدل تري مشکل کو

جو چاھے سو مانگ **آتش** درگاہ الٓہي سے

محروم کبھي پھرتے ديکھا نہين سائل کو

خوشا وہ دل کہ ہو جس دل مين آرزو تيري

خوشا دماغ جسے تازہ رکھے بو تيري

يقين ھے آنکے کي جان اپني آکے گردنمين

سنا ھے جا ھے قريب رگ گلو تيري

نہ سنا تھا سو رہ کانون نے سنایا مجھکو

جو نہ دیکھا تھا ان آنکھون نے دکھایا مجھکو

و اشد دل کے لئے باغ مین آنکلا تھا

یار بن غنچون نے ھنس ھنس کے رلایا مجھکو

طور پر حضرت موسی نے تجلي دیکھي

بام پر یار نے دیدار دکھایا مجھکو

اس پریرو کے جو گیسو کا ھوا سودائی

مین نے جانا کہ یہ دل پیچ مین لایا مجھکو

فکر اشعار مین کاتي شب تاریک فراق

رات بھر صبح کے مضمون نے جگایا مجھکو

شام سے پہلوئے خالي نے اک آفت ڈھائي

صبح تک طالع خفتہ نے جگایا مجھکو

حشر کے روز مین اتنا تو کہون کا آتش

ان پریرویون نے دیوانہ بنایا مجھکو

کیا بادہ گلگون سے مسرور دل کو

آباد رکھے داتا ساقي تري محفل کو

یہ کیفیت اُسے ملتي هے هو جس کے مقدر مین

مئے الفت نہ خم مین هے نہ شیشے مین نہ ساغر مین

رها کرتا هے نظم شعر کا سودا مرے سر مین

عروس فکر ان روزون لدي رهتي هے زیور مین

نکل کر کنج عزلت سے نہ کر هنگامہ افروزي

شرر یاقوت کا همسنگ هے جب تک هے پتھر مین

جهان چاهے بسر اوقات کرلے چار دن بلبل

چمن مین آشیانہ هے قفس صیاد کے گھر مین

وہ ترک چشم دیکھین ملک دل غارت کرے کسکا

رها کرتي هے صف بندي بهت مژگان کے لشکر مین

مآل کار کي صورت بھي آنکھون کو نظر آتي

لگا دینا تھا اک آئینہ بھي قبر سکندر مین

قناعت دي هے مثل قبر مجھکو خاکساري نے

رهونگا باغ باغ '**آتش**' مین اک پھولونکي چادر مین

دھیان اس کاکل مشکین کا جو آیا مجھکو

خواب مین آکے سیاهي نے دبایا مجھکو

برابر جان کے رکھا ھے اُسکو مرتے مرتے تک

ھماري قبر پر رویا کرے گي آرزو برسون

ملي ھے ھمکو بھي خمخانۂ افلاک مین راحت

سرھانے ھاتھہ رکھکر سوئے ھین زیر سبو برسون

بط مئے کا شکار آبرو ھوا مین جاکے کھیلا ھے

کیا ھے غم غلط ھم نے کنار آبجو برسون

بسر کي مدت العمر اپني سیر باغ و بستان مین

سنگھائي گل نے اُس گل پیرھن کي ھمکو بو برسون

دیا ھے حکم تب پیر مغان نے سجدۂ خم کا

کیا ھے جب شراب ناب سے ھمنے وضو برسون

فنا ھرجائیگي جان اپني وہ نازک طبیعت ھون

دکھاکر دل مرا پچتائیگا وہ تند خو برسون

اگر مین خاک بھي ھون گا تو 'آتش' گرد باد آسا

رکھے گي مجکو سرگشتہ کسي کي جستجو برسون

———

شرف بخشا گھر کو صرف کرکے تو نے زیور مین

نگین کو نام نے تیرے بٹھایا خانہ زر مین

تارتار پیرهن مین بھرگئي ھے بوئے دوست

مثل تصویر نھالي مین ھون یا پھلوئے دوست

هجر کي شب هوچکي روز قیامت سے دراز

درش سے نیچے نھین آترے ابھي گیسوئے دوست

واہ ري شانه کي قسمت کس کو یه معلوم تھا

پنجهٔ شل سے کھلیں گے عقدہ ھائے موئے دوست

رو مرین گے زخم کاري سے تو حسرت سے ھزار

چار تلوارون مین شل ھوجائیگا بازوئے دوست

فرش گل بستر تھا اپنا خاک پر سوتے ھین اب

خشت زیر سر نھیں یا تکیه تھا زانوئے دوست

یاد کرکے اپني بربادي کو رودیتے ھین ھم

جب آڑاتي ھے ھوائے تند خاک کوئے دوست

آس بلائے جان سے 'آتش' دیکھئے کیونکر بنے

دل سوا شیشے سے نازک دلسے نازک خوئے دوست

تصور سے کسي کے مین نے کي ھے گفتگو برسون

رھي ھے ایک تصویر خیالي روبرو برسون

شادماني میں نے کي غم جس قدر افزون ہوا

بادہ گلرنگ آے سمجھا اگر دل خون ہوا

گل سے رنگیں تر ہمارے شعر کا مضمون ہوا

سرد سے سرسبز اپنا مصرعۂ موزون ہوا

کاکل مشکین کے سودیسے ہوا میں سر بجیب

سانپ نے کاٹا تو مجھکو نشۂ افیون ہوا

موسم گل کي ہوا نے دور کي قید لباس

زائل اعجاز جنون سے عقل کا افسون ہوا

اے جنون عشق کالے کا اثر رکھتا ہے تو

گل ترے آگے چراغ عقل افلاطون ہوا

تول دیکھا ہمنے میزان خرد میں بارہا

سرو ناموزون ہوا قد یار کا موزون ہوا

گاہ گریاں گاہ خندان گاہ نالاں گہہ خموش

عشق کے نیرنگ سے حال اپنا گوناگون ہوا

غائب آنکھوں سے خیال یار اے **آتش** نہ ہو

جان کے اوپر بنے گي دل اگر محزون ہوا

بہار نیرنگ رکھتا ہے مزاج اپنا
جوانوںمیں جوان بڈھوںمیں بڈھا لڑکوںمیں لڑکا
دل وحشي کي بیتابي کریگي چاک سینے کو
قفس کي تیلیاں توڑیں گي یہ طائر اگر پھڑ کا
سمجھہ لیتے ھیں مطلب اپنے اپنے طور پر سامع
اثر رکھتي ہے آتش کي غزل مجذوب کي بڑ کا

خدا سر دے تو سودا دے تري زلف پریشان کا
جو آنکھیں ھوں تو نظارہ ھو ایسے سنبلستان کا
کہاں جاتي ہے یہ ھر چند بھاگے شوق منزل سے
ھمیں آگے ھیں جب پیچھا کیا عمر گریزان کا
پھرے رھتے ھیں مشتاقوں سے اپنے آجکل وہ بھي
اُن آنکھوں پر بھي سایہ پڑگیا برگشتہ مژگان کا
بہار آئي ہے سائل ساغر مے کا ھر ساقي سے
چمن سر سبز ھیں آتش کرم ہے ابرباران کا
خیال تن پرستي چھوڑ فکر حق پرستي کر
نشان رھتا نہیں ہے نام رھجاتا ہے انسان کا

فریب حسن سے گبر و مسلمان کا چلن بگڑا

خدا کی یاد بھولا شیخ بت سے برہمن بگڑا

تری تقلید کبک دری نے ٹھوکریں کھائیں

چلا جب جانور انسان کی چال اسکا چلن بگڑا

امانت کی طرح رکھا زمین نے روز محشر تک

نہ اک مو کم ہوا اپنا نہ اک تار کفن بگڑا

تونگر تھا بنی تھی جتبک اس معبوب عالم سے

میں مفلس ہو گیا جس روز سے وہ سیم تن بگڑا

لگے منہ بھی چڑانے دیتے دیتے گالیاں صاحب

زبان بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجئے دہن بگڑا

بناوٹ کیف مئے سے کھل گئی اس سرخ کی آتش

لگا کر منہ سے پیمانہ کو وہ پیمان شکن بگڑا

نچھوڑے گا چھڑاکر اس کو اے قاتل نہ بن لڑکا

وفاداروں کے خون کا داغ کیا دھبا ہے کیچڑ کا

گل و بلبل کی حالت پر بجا ہے گریہ شبنم

اسے گلچیں کا اندیشہ اسے صیاد کا دھڑکا

زیر زمیں سے آتا ہے جو گل سو زر بکف

قارون نے راستے میں لٹایا خزانہ کیا

اڑتا ہے شوق راحت منزل سے اسپ عمر

مہمیز کہتے ہیں گے کسے تازیانہ کیا

زینہ صبا کا ڈھونڈھتی ہے اپنی مشت خاک

بام بلند یار کا ہے آستانہ کیا

چاروں طرف سے صورت جانان ہو جلوہ گر

دل صاف ہو ترا تو ہے آئینہ خانہ کیا

صیاد اسیر دام رگ گل ہے عندلیب

دکھلا رہا ہے چھپ کے اسے دام و دانہ کیا

طبل و علم نہ پاس ہے اپنے نہ ملک و مال

ہمسے خلاف ہو کے کرے گا زمانہ کیا

صیاد گلعذار دکھاتا ہے سیر باغ

بلبل قفس میں یاد کرے آشیانہ کیا

یوں مدعی حسد سے نہ دے داد تو نہ دے

آتش غزل یہ تو نے کہی عاشقانہ کیا

انتخاب از دیوان آتش

حباب آسا میں دم بھرتا ہوں تیری آشنائی کا
نہایت غم ہے اس قطرے کو دریا کی جدائی کا

تعلق روح سے مجھکو جسد کا ناگوارا ہے
زمانے میں چلن ہے چار دن کی آشنائی کا

نظر آتی ہیں ہر سو صورتیں ہی صورتیں مجھکو
کوئی آئینہ خانہ کارخانہ ہے خدائی کا

شکست خاطر احباب ہوتی ہے درست اس سے
توجہ میں تری اے یار اثر مومیائی کا

نہیں دیکھا ہے لیکن تجھکو پہنچانا ہے آتش نے
بجا ہے اے صنم جو تجھکو دعوی ہے خدائی کا
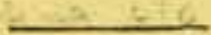
سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا افسانہ کیا
کہتی ہے تجھکو خلق خدا غائبانہ کیا

نہ چھوڑیگا زنہار مجھکو یہ غم
رہونگا گرفتار رنج و الم

یہي اب ہے بہتر کہ ہونمیں ہلاک
کروں اپنے سینے کو خنجر سے چاک

یہ سہراب بولا کہ کیا فائدا
نہیں چارہ زنہار پیش قضا

تڑپتا تھا سہراب بسمل اودھر
ادھر رستم گرد تھا نوحہ گر

کہ میں ہي سیہ بخت رستم ہوں آہ

جہاں جسکي آنکھونمیں ہورے سیاہ

یہ سہراب نے سنکے پاسخ دیا

کہ صد حیف اے گرد کشور کشا

بہت گرم الفت مرا دل ہوا

ولے تو ادھر کچھہ مائل ہوا

شتابي تو دیکھہ اب زرہ کرکے وا

کہ مہرہ ہے بازو پہ میرے بندھا

نہیں زخم سے اب یہ طاقت مجھے

جو کھولوں زرہ اور دکھاؤں تجھے

وہ مہرہ جو دیکھا زرہ کرکے وا

تو رستم نے پھر شور و نالہ کیا

یہ بولا کہ اے جانمن بیگناہ

تو کشتہ ہوا ہاتھہ سے میرے آہ

پسر کو کسي نے بھي مارا نہیں

نہیں یہ ہوا جزو ہرگز کہیں

یہاں میں جو آیا تو تھی یہ مراد

کہ دیدار سے باپکے ہونمیں شاد

تمناے دل کچھ نہ حاصل ہوئی

بملک عدم جان واصل ہوئی

تو دریا میں اب ہووے مسکن گزین

دیا جاے بالاے چرخ برین

مرا باپ تجھکو نہ چھوڑیگا واں

کریگا ہلاک آنکر اے جواں

کہا نام کیا اُسنے تب یوں کہا

کہ ہے نام رستم مرے باپ کا

جب اُس خستہ تن سے سنا یہ سخن

تو غمگین ہوا رستم پیلتن

گرا ہوکے غمگین بس خاک پر

جب آیا ذرا ہوش تب نالہ کر

لگا اُس سے کہنے یہ گریہ کنان

ترے پاس رستم کا کیا ہے نشان

تہمتن یہ بولا کہ جبتک ہے جان

ترے ساتھہ ہونگا ستیزہ کنان

وہ کرنے لگے پھر درشتی بہم

ہوے مائل زور و کشتی بہم

بہم خوب زور آزمائی ہوئی

نہ سہراب کو پھر رہائی ہوئی

پکڑ کر کمربند سہراب کا

زمین سے لیا پیلتن نے اتھا

پٹک کر زمین سے اُسے پھر وہیں

سر سینہ بیٹھا وہ از روے کین

یہ سوچا کہ یہ گرد زور آزما

جو پھر اوتھکھرا ہو تعجب ہے کیا

غرض کھینچکر خنجر آبدار

کیا سینہ و دلکو اُسکے فگار

وہ خستہ جگر کھینچکر ایک آہ

یہ بولا کہ تیغ بخت میرے سیاہ

غرض کر کے شب زاري و انکسار

هوا زور پشیں کا پھر خواستگار

خدا نے پذیرا کي اسکي دعا

وهي زور اُسکو عطا پھر هوا

داستان کشته شدن سهراب از دست رستم بروز دگر و نوحه نمودن رستم در ماتمش

سحر دیکھکر قوت و زور تن

هوا شادمان پہلوان زمن

سپاس عنایات پروردگار

بجالا کے اور رخش پر هو سوار

گیا شاد و خرم سوے رزمگاه

هوا جا کے سهراب سے کینه خواه

سهراب نخوت سے کهنے لگا

که چنگال سے میرے هو کر رها

تو پھر آج آیا سوے کارزار

عزیز اپني شاید نهیں جان زار

هوئي بيوقوفي يه تجهسے کمال
رهائي تري اُس سے هے اب محال
يل نوجواں نے کہا کیا هے غم
کروں گا اُسے زير پهر صبحدم
گیا جبکه رستم سوے خیمه گاه
رها شبکو زاري کنان تاپگاه
دعا اُسنے مانگي که اب يا خدا
وهي زور دے مجهکر پہلے جو تها
اُسے ابتدا میں تها زور اسقدر
زمین چاک هوتي تهي هر گام پر
وه عاجز بهت وقت رفتار تها
زمین پر خرام اُسکا دشوار تها
هوا تها تب اسباتکا خواستگار
که کچهه زور کم هووے يا کردگار
هوئي تب مناجات اسکي قبول
مراد اُسکي ووهیں هوئي حصول

تو سر کو کرے اُسکے تن سے جدا
مگر ہو دگر بار زور آزما

اُسے قوت زور سے لاوے زیر
کرے شوق سے قتل پھر وہ دلیر

یہ سنکر وہ اسکے اُٹھا سینے سے
غرض ہاتھہ اُٹھایا وہیں کینے سے

گیا پھر تو سہراب فرخ نہاد
طرف اپنے لشکر کے خنداں و شاد

کہا جبکہ ہومان سے یہ ماجرا
کیا اُسنے افسوس اور یوں کہا

کہ عیاری و مکر سے کینہ خواہ
رہا ہوگیا ہاتھہ سے تیرے آہ

نہ دیکھا تھا گاہے فراز و نشیب
تو اک طفل تھا کھایا تونے فریب

نہ دام آیا تھا شیر ژیاں
دیا چھوڑ تونے کیا قہر ہاں

کیا زور رستم نے واں حد سے بیش
گیا آگے سہراب کے کچھہ نہ پیش
ھوا وہ خروشندہ چوں پیل مست
کیا زور سے اُسنے رستم کو پست
جو کھینچا پکڑکر کمربند کو
تو سنبھلا نہ پھر رستم نامجو
زمیں سے بہم پشت رستم ھوئي
خرابي تہ چرخ پرخم ھوئي
گرا خاک پر جب یل نامور
تو سہراب بیٹھا وھیں سینہ پر
لیا کھینچ پھر خنجر آب گوں
یہ چاھا کہ اُسکو کرے غرق خوں
کیا حیلہ اُسوقت رستم نے واں
لگا کہنے سہراب سے کہ اے جواں
یہاں کا یہ آئیں نہیں زینہار
کرے زیر جسکو کوئي ایکبار

کہا تھا یہ دلمیں یل پیلتن
نہیں طفل کا اعتبار سخن
یہ پاسخ دیا پھر کہ سن اے جواں
نہیں میں بھی کودک تو گرہے جواں
بہت میں نے دیکھا فراز و نشیب
نکر مجھسے گفتار مکر و فریب
کمر باندہ پشت ہیوں سے آتر
کہ سر گرم کشتی ہوں اب ہمدگر
جو دیکھا کہ رستم ہے اب گرم بیں
تو ناچار سہراب بولا وہیں
تو مایل ہوا سوے کشتی اگر
تو ہاں میں بھی کشتی کو حاضر ہوں پر
نہیں چاہتا یہ کہ تجھسا جواں
مرے ہاتھہ سے کشتہ ہووے یہاں
یہ کہکر وہ دونوں یل نامدار
لگے کرنے کشتی کے فن آشکار

بهم محفل آرا و مے نوش هوں
بچنگ و نے و مي طرب کوش هوں
کریں عهد پیمان محکم بهم
پشیماں هوں اپ کینه خواهي سے هم
تو یکسو هو تا اور کوئي جواں
یہاں آنکر هو ستیزه کناں
مرے دلمیں پیدا هوئي تیري مهر
نهو کینه جو تو بهي زیر سپهر
نشاني هے جو کچهه وه هے سب عیاں
ولے نام تیرا هے مجهسے نہاں
کسي نے بتایا نهیں زینهار
توکر نام کو اپنے اب آشکار
تو شاید که هے زال زر کا پسر
یل پیلتن رستم نامور
سر صلح هرچند تها وه جواں
پر ایمن نه تها رستم پهلواں

جنگ رستم و سہراب بروز دوم و زیر آمدن رستم در کشتی

ھوا مہر تابان جو پرتو فگن
تو سہراب اور رستم پیلتن
پہنکر زرہ رخش پر ھو سوار
گئے سوے میدان پئے کارزار
ولے نرم سہراب کا دل ھوا
سوے الفت و مہر مائل ھوا
تہمتن سے پہلے ھوا صلح جو
کہا وہ وھیں ھنسکر کہ اے تند خو
مصمم کیا دلمیں اب تونے کیا
ارادہ لڑائي کا یا صلح کا
یہ بہتر ھے ھم تم نہوں رزمخواہ
کریں آشتي دونوں شام و پگاہ

سنتے هیں یه کہاں کہاں کر کر

گر پڑے قصد ترک جان کر کر

موج هر یک کمند شوق تھی آه

لپٹی اُسکو برنگ مار سیاه

دام گستر ره عشق تھا ته آب

جسکے حلقه تمام تھے گرداب

کشش عشق آخر اُس مه کو

لیگئی کھینچتے هوئے ته کو

کودے غواص و آشنا سارے

تا بمقدور دست و پا مارے

کھینچ کے کوفت سب هوے بیتاب

نه لگا هاتھه وه در نایاب

جا هم آغوش مرده یار هوئی

ته میں دریا کے همکنار هوئی

تجھکو آیا نظر کہاں آکر

پھر جو ڈوبا تو کس جگہہ جاکر

مجھکو دیجو نشاں اُس جا کا

میں بھي دیکھوں خروش دریا کا

ھوں میں نا آشناے سیر آب

ناشنا ساے موجۂ دگر داب

لجہ کیا لطمہ کسکو کہتے ہیں

گھر میں ہم نام سنتے رہتے ہیں

مکر میں گرچہ دایہ تھي کامل

لیکہ تہ سے سخن کے تھي غافل

یہ نہ سمجھي کہ ہے فریب عشق

ہے یہ مہ پارہ ناشکیب عشق

بیچ دریا کے جا کہا یہ حرف

یاں ھوا تھا وہ ماجراے شگرف

یاں وہ بیٹھا حباب کے مانند

پھر نتھا سراب کے مانند

یہ نہ سوچی کہ بد بلا ہے عشق

گھات میں اپنی لگ رہا ہے عشق

جس کسو سے یہ پیار رکھتا ہے

عاقبت اسکو مار رکھتا ہے

جذب سے اپنے جب کرے ہے کام

عاشق مردہ سے بھی لے ہے کام

صبح گاھاں وہ غیرت خورشید

اس جگہہ سے رواں ہوئی نومید

پہونچے نصف النہار دریا پر

روئی بے اختیار دریا پر

حد سے افزوں جو بیقرار ہوئی

دایہ کشتی میں لے سوار ہوئی

حرف زن یوں ہوئی کہ اے دایہ

یاں گرا تھا کہاں وہ کم مایہ

موج سے تھا کدھر کو ہم آغوش

تھا تلاطم سے کسطرف ہمدوش

مصلحت ہے کہ مجکو لے چل گھر
ایک دو دم رھینگے دریا پر
گاہ باشد کہ دل مرادا ھو
ورنہ کیا جانے کہ پھر کیا ھو
دایہ بولے کہ اے سراپا ناز
حسن کا درپہ تیرے روے نیاز
ابتو میں فتنے کو سلایا آئي
اس بلا کے تئیں بٹھایا آئي
کون مانع ھے گھر کے چلنے کا
سدرہ کون ھے نکلنے کا
ھر معافے میں دل خوشي سے سوار
شاد شاداں کر آب سے تو گزار
دلسے اپنے پدر کے غم کم کر
مادر مھربان کو خرم کر
کر ملاقات ھمدموں سے تو
گرم بازي ھو محرموں سے تو

تیے جو ھنگامے اسکے حد سے زیاد
ساتھہ آسکے گئے رہ شور و فساد

شور فتنے تیے اُس تلک سارے
اپتو بدنامیاں نہیں بارے

دل تڑپتا ھے متصل میرا
مرغ بسمل ھے اب تو دل میرا

وحشت طبع اپتو افزوں ھے
حال جي کا مرے دگر گوں ھے

بیدماغي کمال هوتي ھے
جان تن کي وبال هوتي ھے

دل کوئي دم کو خون هوےگا
آج کل میں جنوں هوےگا

بیکلي جي کو تاب دیتي ھے
طاقت دل جواب دیتي ھے

جي میں آتا ھے هوں بیاباني
پر کہوں هوں که ھے یه ناداني

خار خار دلي سے فارغ هو

لیگئي پار اُس گل نو کو

یه نه سمجهي که عشق آفت هے

فتنه سازي میں اک قیامت هے

خاک هو کیوں نه عاشق بیدل

کام سے اپنے یہ نهیں غافل

وصل جیتے نهو میرا گر

لاوے معشوق کو یه تربت پر

یاں سے عاشق اگر گئے ناشاد

خاک خوباں بهي ان نے کي برباد

قصه کوتاه بعد ایک هفته

آئي وه رشک مه زخود رفته

کهنے لگي که اب تو اے دایه

هو گیا غرق وه فرو مایه

ابتو وه تنگ درمیاں سے کیا

آرزو مند اس جهان سے گیا

بے خبر کار عشق کي تہ سے
جست کي آن نے اپني جاگہ سے

تہا سفینے میں یا کہ دریا میں
موج زنجیر ہوگئي پا میں

کھچ گیا قعر گویا گوہر ناب
تھي کشش عشق کي مگر تہ آب

کہتے ہیں ڈوبتے اچھلتے ہیں
ڈوبے ایسے کوئي نکلتے ہیں

ڈوبے جویاں کہیں رہ جا نکلے
غرق دریاے عشق کیا نکلے

عشق نے آہ کھو دیا اُسکو
آخر آخر ڈبو دیا اُسکو

جبکہ دریا میں ڈوب کر رہ جوان
کھو گیا گوہر گرامي جان

دایۂ حیلہ گر ہوئي دلشاد
واں سے کشتي چلي برنگ باد

حیف تیری نگار کي پاپوش
موج دریا سے هو وے هم آغوش

غیرت عشق هے تو لا آسکو
چھوڑ مت یون برهنه پا آسکو

آسطرف آب کے اترتا هے
اس نواحي کي سیر کرنا هے

پانوٗن آسکے جو هین نگار آلود
ظلم هے هوویں گر غبار آلود

جس کف پا کو رنگ گل هو بار
منصفی هے که خار سے هو فگار

په روا هے تو اپنے حال په رو
مفت ناموس عشق کو مت کهو

جي اگر تها عزیز اے ناکام
کیون عبث عشق کو کیا بد نام

سنکے یه حرف دایۂ مکار
دل سے اسکے گیا شکیب و قرار

آب کیا که بحر تها ذخار
تند و مواج و تیره و ته دار
موج کا هر کنایه طوفان پر
مارے چشمک حباب عمان پر
همکنار بلا هر اک گرداب
لجه سرمایه بخش تیره سحاب
کشتي اک آن کر هوئي موجود
هو فلک سے هلال جیسے نمود
کي کنارے په لا کے استاده
تها معافه رکوب آماده
اس سفینے مین جلد جا پهونچا
یه بهي ران ساتهه هي لگا پهونچا
بیچ دریا کے دایه نے جا کر
نعش اس گل کي اسکو دکها کر
پهینکے پاني کي سطح پر ایکبار
اور بولے که او جگر افگار

زار نالے نه کر شکیبا هو
عشق کا راز تا نه رسوا هو

سخت دل تنگ تهي یه غیرت ماه
قطع تجهه بن نهو سکے تهي راه

گرچه یه حسن اتفاق سے هے
اسکي بهي جذب اشتیاق سے هے

ترے آنے سے دل کشاده هوا
تشنۂ درستي زیاده هوا

دیکر اسکو فریب ساتهه لیا
دل عاشق کو اپنے هاتهه لیا

لیک در پرده اُن نے یه ٹهاني
کیجئے اس سے خصمي جاني

یه تو دل تفته محبت تها
سخت وارفتۂ محبت تها

وقت نزدیک تها جو آپهونچا
تا سر آب پا بپا پهونچا

ناز نے یک نفس نہ رخصت دي

آئینے نے تجھے نہ فرصت دي

تو تو وان زلف کو بنایا کي

جان یان پیچ و تاب کھایا کي

تجھکو مد نظر تھي اپني چال

مین ستمکش ہوا کیا پامال

بستر خواب پر تجھے آرام

مجھکو خمیازہ کھینچنے سے ہے کام

اب تغافل نہ کر تلطف کر

حال پر میرے تک تاسف کر

گوش زد دایہ کے ہوے یہ سخن

تھے وہ اُستاد کا رحیلہ و فن

پاس اُسکو بلا تسلي کي

وعدہ وصل سے تشفي دي

کاے ستم دیدۂ غم دوري

ہو چکا اب زمان مہجوري

هر قدم تها زبان پر جاري
خواب هے یه که هے یه بیداري

همسري اُسکي تهي میسر کب
هے مجهے بخت واژگونسے عجب

اضطراب دلے نے زور کیا
ان نے بے اختیار شور کیا

دل کے غم کو زبان پر لایا
آفت تازه جان پر لایا

کاے جفا پیشه و تغافل کیش
اک نظرسے زبان نهین کچهه بیش

منهه چهپایا هے تو نے اسپر بهي
نگه التفات ایدهر بهي

صبر کس کس بلا سے کر گذرون
چاره اس بن نهین که مر گذرون

هے تو نزدیک دل سے اے طناز
لیکه تجهه تک سفر هے دور دراز

گھر تھا اک آشنا کا مدّ نگاہ

وان ھو روپوش تا یہ غیرت ماہ

گھر سے باھر محافہ جب نکلا

اس جوان پاس ھو کے تب نکلا

طپش دل سے ھو کے یہ آگاہ

ھو لیا ساتھہ اُسکے بھر کر آہ

وان کے رھنے سے اُسکو کام نہ تھا

وہ گلے اُسکا کچھہ مقام نہ تھا

جس سے جي کو کمال ھو اُلفت

جس سے دلکي درست ھو نسبت

جنبش اُسکي پلک کر گردان ھو

دل مین یان کاوش نمایان ھو

وان اگر پاؤن مین لگے ھے خار

دل سے یان سر نکالي ھے یکبار

دست افشان وہ پاے کوبان یہ

تھا محافے کے ساتھہ گرم رہ

دیکھہ کر اُسکو بیخورو بیخواب
جانا هر اک نے عاشق بیتاب

منهہ پر اُسکے جو رنگ خون نہین
عشق ہے اُسکو یہ جنون نہین

ہے نگہ اسکي جس طرف مائل
اُسطرف هي گیا ہے اسکا دل

جب هوا ذکر اقل و اکثر مین
چاہ ثابت هوئي آے گھر مین

عشق بے پردہ جب فسانہ هوا
مضطرب کد خداے خانہ هوا

گھر مین جا بھر دفع رسوائي
بیٹھہ کر مشورت یہ ٹھہرائي

یان سے یہ غیرت مہ تابان
جاکے چندے کہین رہے پنہان

شب محافے مین اُسکو کرکے سوار
ساتھہ دي ایک دایۂ غدّار

معرم یک نگاہ بیش نہین
کم ہے سینے مین جا کہ ریش نہین

کیونکہ کہیے کہ تو نہین آگاہ
اک قیامت بپا ہے یان سر راہ

کچھہ چھپا تو نہین رہا یہ راز
اک جہان اس سے ہے خبر پرواز

بس تغافل ہوا ترحم کر
گوش دل جانب تظلم کر

کون کہتا ہے رہ نہ محو ناز
پر نہ اتنا کہ جیسے جاے نیاز

اُن بلاؤن پہ اُن نے صبر کیا
اختیار اپنے جي پہ جبر کیا

اس طرف کا نہ دیکھنا چھوڑا
اسکے اندوہ سے نہ منھہ موڑا

اور یہ ماجرا ہوا مشہور
شور سوائیون کا پہونچا دور

سخت مشکل ھے سخت ھے بیداد

ایک مین خون گرفتہ سو جلاد

کوئي مشفق نہین کہ ھووے سفیق

بیکسي بن نہین ھے کوئي رفیق

نالہ ھوتا ھے کہ گھے دل جو

گریہ آنسو سے پونچھتا ھے کبھو

آہ جو ھمدمي سے کرتي ھے

ابتر وہ بھي کمي سي کرتي ھے

چشم رکھتا ھے وصل کي یہ دل

جي ھے اس سے اسیر آب و گل

ورنہ ترکیب یہ کہان ھوتي

صورت اک معني نہان ھوتي

اب ٹھہرتا نہین ھے پاے ثبات

ایک مین اور کتنے تصدیعات

سنگبار ان سے سخت ھون دلتنگ

شیشۂ دل نہین ھے پارۂ سنگ

دوست کو میرے نام سے ہے تنگ

دشمنوں سے ہے جي پہ عرصہ تنگ

چشم تر سے لہو بہا کرتا

صبح کے باد سے کہا کرتا

کاے نسیم سحر یہ اُس سے کہہ

مست تغافل کر اور عاقل رہ

اُن بلاؤن مین کوئي کیونکہ جیے

جان پر آ بني ہے تیرے لیے

جان دون تیرے واسطے سر تو

آنکھہ اُٹھاکر ادھر نہ دیکھے کبھو

رفتہ رفتہ ہوا ہون سودائي

دور پہونچي ہے میري رسوائي

نام کو بھي ترے نجانا آہ

تجھسے کیونکر سخن کي نکلي راہ

ناامیدانہ گر کرون ہون نگاہ

دیکھتا ہون ہزار روز سیاہ

دیکھے دیوانہ اُس جوان کو قرار

هو گئے سارے درپئے آزار

ایک نے سخت کہہ کے تنگ کیا

ایک نے آکے زیر سنگ کیا

ایک آیا تو هاتھہ مین شمشیر

ایک بولا کہ اب هے کیا تاخیر

کي اشارت کہ کودکان شهر

آئے لبریز غصہ و پر قہر

گرچہ هنگامہ اسکے سر پر تھا

لیک روے دل اُسکا اُدھر تھا

محو تھا اُسکے یہ خیال کے بیچ

تھا گرفتار اپنے حال کے بیچ

ایکدم آہ سرد بھر اوتھنا

نالۂ گرم گاہ کر اوتھنا

جي مین کہتا کہ آہ مشکل هے

اسطرف یک نگاہ مشکل هے

کیونکہ باہم معاش تھي سبکي

ایک جا بود و باش تھی سبکي

وارث اُسکے بھي بدگمان ھوے

درپے دشمني جان ھوے

مشورت تھي کہ مار ھي ڈالین

دفعتاً اُس بلا کے ٹنٹین ٹالین

پھر یہ ٹھري کہ ھونگے ھم بد نام

سنکے آخر کھین گے خاص و عام

کیا گنہ تھا کہ یہ جوان مارا

کن نے مارا اُسے کہان مارا

ھو رے یہ خون خفتہ گر بیدار

کھینچے ھو رے خفت بسیار

لیجے ایک ڈھب سے اسکو تنگ

تا نہ عاید ھو اپني جانب ننگ

تہمت خبط رکھے اُسکے سر

کیجے سنگسار اُسکو پھر

ہو گئي اُسکے سر بلا آئي

خاک بمن مل گئي وہ رعنائي

ہاتھہ جانے لگا گریبان تک

چاک پھیلے پانؤں دامان تک

طبع نے اک جنون کیا پیدا

اشک نے رنگ خون کیا پیدا

بستر خاک پر گرا وہ زار

درد کا گھر ہوا دل بیمار

جاکے اُسکے قریب در بیٹھا

قصد مرنے کا اپنے کر بیٹھا

دل نہ سمجھا کہ اضطراب کیا

شوق نے کام کو خراب کیا

جو کہ سمجھے تھے اُسکو دیوانہ

رحم کرتے تھے آشنایانہ

عاشق اُسکو کسو کا جان گئے

سب برا اس ادا سے مان گئے

ناگہ اک کوچہ سے گذار ھوا

آفت تازہ سے دو چار ھوا

ایک غرفے سے ایک مہ پارہ

تھي طرف اُسکے گرم نظارہ

پڑ گئي اُسپہ اک نظر اسکي

پھر نہ آئي آئے خبر اُسکي

تھي نظر یا کہ جي کي آفت تھي

وہ نظر بھي وداع طاقت تھي

ھوش جاتا رھا نگاہ کے ساتھہ

صبر رخصت ھوا اک آہ کے ساتھہ

بیقراري نے کچھ ادائي دي

تاب و طاقت نے بیوفائي کي

منھہ جو اُسکا طرف سے اسکے پھرا

مضطرب ھوکے خاک پر یہ گرا

جھاڑ دامن کے تئیں وہ مہ پارہ

اُٹھہ گئي سامنے سے یکبارہ

دیکھتا گر کہیں وہ چشم سیاہ

دل سے بے اختیار کرتا آہ

سر میں تھا شوق دلمیں تھا

عشق ھي اُسکے آب و گل میں تھا

الغرض وہ جواں خوش اسلوب

نا شکیبا رھا تھا بے محبوب

ایک دن بیکلي سے گھبرایا

سیر کرنے کو باغ میں آیا

کسو گل پاس وہ صنم ٹھہرا

کہیں سبزے میں ایکدم ٹھرا

اک خیابان میں سے ھو نکلا

ایک سائے تلے سے رو نکلا

نہ تسلي ھوا دل بیتاب

نہ تھما چشم تر سے خون ناب

دیکھہ گلشن کو نا امیدانہ

منھہ کیا اُن نے جانب خانہ

اغاز قصہ جانگدار

ایک جا اک جوان رعنا تھا

لالہ رخسار سرو بالا تھا

عشق رکھتا تھا اُسکي چھاني گرم

دل وہ رکھتا تھا موم سے بھي نرم

شوق تھا اسکو صورت خوش سے

اُنس رکھتا تھا وضع دلکش سے

تھا طرحدار آپ بھي لیکن

رہ نہ سکتا تھا اچھي صورت بن

کوئی ترکیب اگر نظر آتي

صورت حال اور ہوجاتي

دیکھتا گر وہ کوئي خوش پرکار

رہتا خمیازہ کش ھي لیل و نہار

زلف ہوتي کسوکي گر برھم

دیکھتے اسکے حال کو درھم

منتخب از کلیات میر

مثنوي درياي عشق

عشق ہے تازہ کار تازہ خیال

ہر جگہ اُسکي اک نئي ہے چال

دل میں جاکر کہیں تو درد ہوا

کہیں سینے میں آہ سرد ہوا

کہیں آنکھوں سے خون ہوکے بہا

کہیں سر میں جنوں ہوکے رہا

کہیں باعث ہے دل کي تنگي کا

کہیں موجب شکستہ رنگي کا

طور پر جاکے شعلہ پیشہ رہا

بستیوں میں شرار تیشہ رہا

کہیں شیوں ہے اہل ماتم کا

کہیں نوحہ ہے جان پر غم کا

یہ شب گزشتہ دیکھا رہ خفا سے کچھ ہیں گویا

کہیں حق کرے کہ ہووے یہ ہمارا خواب الٹا

یہ عجیب ماجرا ہے کہ بروز عید قرباں

وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا

———

مجھے چھیڑنے کو ساقی نے دیا جو جام الٹا

تو کیا بہک کے میں نے اسے اک سلام الٹا

یہ بلا دھواں نشہ ہے مجھے اس گھڑی تو ساقی

کہ نظر پڑے ہے سارا در و صحن و بام الٹا

بڑھوں اس گلی سے کیونکر کہ وہاں تو میرے دل کو

کوئی کھینچتا ہے ایسا کہ پڑے ہے گام الٹا

مجھے کیوں نہ مار ڈالے تری زلف الٹ کے کافر

کہ سکھا رکھا ہے تو نے اسے لفظ رام الٹا

فقط اس لفافہ پر ہے کہ خط آشنا کو پہنچے

تو لکھا ہے اس نے انشا یہ ترا ہی نام الٹا

———

دیوار پھاندنے میں دیکھو گے کام میرا
جب دھم سے آکہونگا صاحب سلام میرا

جو کچھ کہ عرض کی ہے سو کر دکھاونگا میں
واہی نہ آپ سمجھیں یونہیں کلام میرا

اچھا مجھے ستاؤ جتنا کہ چاہو، میں بھی
سمجھونگا گر ہے انشاء اللہ نام میرا

پوچھا کسی نے مجھکو اُن سے کہ کون ہے یہ
تو بولے ہنس کے یہ بھی ہے ایک غلام میرا

محشر کی تشنگی سے کیا خوف سید **انشا**
کوثر کا جام دیگا مجھکو امام میرا

مجھے کیوں نہ آئے ساقی نظر آفتاب اُلٹا
کہ پڑا ہے آج خم میں قدح شراب اُلٹا

عجب اُلٹے ملک کے ہیں اجی آپ بھی کہ تم سے
کبھی بات کی جو سیدھی تو ملا جواب اُلٹا

چلے تھے حرم کو رہ میں ہوئے اک صنم پہ عاشق
نہ ہوا ثواب حاصل یہ ملا عذاب اُلٹا

خیال کیجیئے کیا آج کام میں نے کیا

جب اُس نے دي مجھے گالي سلام میں نے کیا

کہا یہ صبر نے دل سے کہ لو خدا حافظ

کہ حق بندگي اپنا تمام میں نے کیا

جنوں یہ آپ کي دولت ہوا نصیب تجھے

کہ ننگ و نام کو چھوڑا یہ نام میں نے کیا

جھڑک کے کہنے لگے ' لگ چلے بہت اب تم

کبھي جو بھولکے اُن سے کلام میں نے کیا

تمھارے واسطے تم اپنے دل میں غور کرو

کبھي کسي سے نہو جو مدام میں نے کیا

مقیم کعبۂ دل جب ہوا تو زاہد کو

روانہ جانب بیت الحرام میں نے کیا

مزا یہ دیکھنے کا شیخ جي رُکے اُلٹے

جو اُنکا بزم میں کل احترام میں نے کیا

ہوس یہ رہگئي صاحب نے یہ کبھي نہ کہا

کہ آج سے تجھے **انشا** غلام میں نے کیا

جگر کي آگ بجھے جس سے جلد وہ شی لا
لگا کے برف میں ساقي صراحیِ مے لا

نکل کے وادیٔ وحشت سے دیکھہ اے مجنوں
کہ زور دھوم سے آتا ھے ناقۂ لیلا

گرا جو ھاتھہ سے فرھاد کے کہیں تیشہ
درون کوہ سے نکلي صداے واویلا

نزاکت اُس گل رعنا کي دیکھیو **انشا**
نسیم صبح جو چھو جائے رنگ ھو میلا

جھڑکي سہي ادا سہي چیں جبیں سہي
یہ سب سہي پر ایک نہیں کي نہیں سہي

گر نازنیں کہے سے برا مانتے ھیں آپ
میري طرف تو دیکھئے میں نازنیں سہي

منظور دوستي جو تمہیں ھے ھر ایک سے
اچھا تو کیا مضائقہ **انشا** سے کیں سہی

غزلیات انشا

کمر باندھے ہوئے چلنے یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹھکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

تصور عرش پر ہے اور سر ہے پائے ساقی پر
غرض کچھ اور دھن میں اس گھڑی میخوار بیٹھے

بسان نقش پائے رہرواں کوئے تمنا میں
نہیں اٹھنے کی طاقت کیا کریں لاچار بیٹھے ہیں

یہ اپنی چال ہے افتادگی سے اب کہ پہروں تک
نظر آیا جہاں پر سایۂ دیوار بیٹھے ہیں

کہاں صبر و تحمل آہ ننگ و نام کیا شی ہے
میاں رو پیٹ کر ان سب کو ہم یکبار بیٹھے ہیں

بھلا گردش فلک کی چین دیتی ہے کسے انشا
غنیمت ہے کہ ہم صورت یہاں دو چار بیٹھے ہیں

ٹکڑے ھے بدن زخم عجب کھائے ھیں بھائي
بے ھوش میں آ لاش پہ ھم آئے ھیں بھائي

———

ھنگامۂ محشر کي بھي کچھہ تمکو خبر ھے

دوزخ ترا مسکن ھے تو جنت میرا گھر ھے

کیا غم ھے جو لاشے پہ نہ بھائي نہ پسر ھے

زانوے مبارک پہ علي کے مرا سر ھے

توقیر شہید و نمیں مجھے آج ملیگي

جب نیزے پہ سر ھوگا تو معراج ملیگي

غش ھو گیا یہ کہکے جو حُر جگر افکار

سر کاٹ لو اسکا یہ پکارا وہ ستمگار

جلاد بڑھے تہے کہ ھوا شور یہ ایکبار

بھاگو کہ حسین آتے ھیں کھینچے ھوے تلوار

اوٹھنے کي نہیں ضرب ولي ابن ولي کي

دیکھو کہیں بجلي نہ گرے تیغ علي کي

آمد جو سني شیر کي پسپا ھوے روباہ

لاشے پہ گیا راحت جان اسد اللہ

ریتي پہ تڑپتا تہا وہ حضرت کا ھوا خواہ

مہمان سے لپٹ کر یہ پکارے شہ ذیجاہ

پاس آکے سخن کر تو سخنوں میں تري گفتار

زخمي هوں مگر هاتهه سے چهوٹتي نهیں تلوار

بڑهتا نهیں یه خوف و خطر طاري هے تجهپر

مرتا هوں یه مرده بهي بهاري هے تجهپر

رتبه جو ملا هے مجهے تو کیا آے جانے

خود کور هے آنکهیں تجهے کب دي هیں خدا نے

گهیرا هے مجهے رحمت رب دوسرا نے

پهلو میں محمد هیں ید الله سرهانے

سر عرش په انکا هے جو رتبے میں بڑے هیں

هدیے لئے هاتهونمیں ملک گرد کهڑے هیں

مجسا بهي زمانے میں کوئي هوتا هے دانا

اک جو کے برابر تري دنیا کو نه مانا

نعمت کے مزے دے گیا یه برچهیان کهانا

صدقے هوا اوسپر که نبي جس کے هیں نانا

بینا هے تو خلعت کو نه انعام کو دیکهے

عاقل اوسے کهتے هیں جو انجام کو دیکهے

یہ هاتھہ کہیں بند نہیں عقد کشا هیں
جس درد کا درمان نہیں هم اُسکي دوا هیں

اعدا نے اُدھر فتح کے باجے جو بجائے
نکلا پسر سعد لعیں چتر لگائے
یہ دور سے حُر کو سخن طنز سنائے
کیوں ترک رفاقت کے مزے خوب اٹھائے
اِسوقت کوئي آکے حمایت نہیں کرتا
جاهل بھي کوئي ایسي حماقت نہیں کرتا

افسوس صد افسوس عبث جان گنوائي
اب رونے کو لاشے پہ نہ بیٹا هے نہ بھائي
بتلا مجھے وہ کونسي دولت هے جو پائي
مہماني میں تلوار پہ تلوار تو کھائي
هاں مرتبہ اِسوقت شہیدونمیں بڑھیگا
جب نوک سناں پر ترا سر کٹ کے چڑھیگا

گر دنکو اوٹھا کر یہ پکارا حر دیندار
کیا هرزہ درائي هے یہ او ظالم غدّار

روتا تھا وفاداري مرکب پہ یہ صفدر
جو فرق پہ پیچھے سے پڑا گرز گراں سر
حضرت کو پکارا وہ جري خاک اوڑا کر
مہمان کي خبر لیجئے یا سبط پیمبر

خادم نہیں بھائي نہیں پیارا نہیں میرا
مولا کے سوا کوئي سہارا نہیں میرا

آواز علي آئي کہ اے حُر دلاور
تیار ھے فردوس معلّي میں تیرا گھر
بالیں پہ ترے میں تو ھوں شبیر نہیں گر
سر رکھہ لے کہ زانوں مرا حاضر ھے برادر

میں پاس ھوں پھر کسلئے گھبراتا ھے بھائي
روتا ھوا صاحب بھي ترا آتا ھے بھائي

پیاسا ھو تو پاني تجھے کوثر کا پلائیں
بھوکا ھے تو فردوس کے میوے ابھي آئیں
مشتاق ھو گر اونکا تو حوروںنکو بلائیں
جو باغ تجھے حق نے دیا ھے وہ دکھائیں

سینہ ہے کہ تودا ہے نہ ہوتا تھا یہ محسوس
غش آنے لگے شیر ہوا جنگ سے مایوس
رخ زرد تھا گلزار تھی پوشاک لہو سے
فوارۂ خوں چھوٹتے تھے ہر بن مو سے

اُس حال میں بھی رکتی نہ تھی شیر کی تلوار
جو آگیا زد پر اُسے بھیجا طرف نار
پے کردیا گھوڑے کو جفا کاروں نے اکبار
مجروح سے اب کیا ہو فرس ہوگیا بیکار
جب وقت برابر ہوا پھر تل نہیں سکتا
گھوڑے کا اشارا تھا کہ اب چل نہیں سکتا

جب تک کہ جری پاؤں رکابوں سے نکالے
مہمان کے سینے پہ کئی چل گئے بھالے
خود سنبھلے کے گرتے ہوئے گھوڑے کو سنبھالے
مرکب سے جو کودا تو بڑھے برچھیوں والے
دیکھا جو فرس نے مہرا مالک نہیں زین پر
اللہ ری وفا مرگیا گرتے ہی زمیں پر

شمشیر شہ قلعہ شکن ہے اسي گهر میں

اُس ضرب کے سکے کا چلن ہے اسي گهر میں

وہ قلب ہے جس قلب میں بغض اُنکا بهرا ہے

ٹکسال سے باہر ہے سقي دوسرا ہے

ہرطرح پرکهہ لیگا جسے فہم ذرا ہے

کهوٹا ہے سو کهوٹا ہے کهرا ہے سو کهرا ہے

بازار کے دن کوئي نہ فریاد سنے گا

وہ سامنے مالک کے جہنم میں بهنے گا

کہکر یہ سخن قلب میں لشکر کے در آیا

سمٹا ہوا لشکر تہ و بالا نظر آیا

رہوار تڑپ کر ادہر آیا اودہر آیا

مضطر ہوے سب ایک نہ صفدر سے بر آیا

باندہے تهے کمر شمر و عمر خیرہ سري پر

بوچهاڑ ہوئي دور سے تیروں کي جري پر

پیہم جو لگے تیر فرس بنگیا طاؤس

دم بهر میں لہو ہوگیا جرّار کا ملبوس

کھانے لگی گھونگھٹ جو سپاہ ستم آرا
بڑھکر عمر سعد جوانوں کو پکارا
جاتے ہو کہاں چھوڑ کے دریا کا کنارا
گھیرو اسے نیزوں میں یہ دشمن ہے ہمارا
دو لاکھ جواں ایک کا سر لا نہیں سکتے
ہاں نیزے لگاؤ جو قریں جا نہیں سکتے

آواز یہ دی حر نے کہ اے ظالم غدّار
غیرت ہے تو آ سامنے تو چھیڑ کے تلوار
بتلا انہیں انداز وغا کھینچ کے تلوار
کیوں صورت روباہ دبکتا ہے جفا کار
تو دشمن لخت جگر شیر خدا ہے
اُس صف سے نکل کر جو اِدھر آ تو مزا ہے

بندہ ہوں میں انکا کہ جو شیروں سے لڑے ہیں
پتھر پہ نشاں دیں کے لشکر کے گڑے ہیں
لوہے کے وہ مانے ہیں بہادر جو بڑے ہیں
سکّے اسد اللہ کی ضربت کے پڑے ہیں

رن میں کوئي زخمي کوئي ساحل کے برابر
بسمل بھي نظر آتا تھا بسمل کے برابر
سر پر تھي وہ جبتک کہ عدو راہ عدم لے
کیا دخل جو بے دم لئے دم بھر کہیں دم لے

رھوار کي وہ چال وہ تلوار کا چلنا
بھاگڑ وہ پیادوں کي صفوں کا وہ کچلنا
غصّے میں وہ شبدیز کي آنکھونکا آبلنا
کف منھہ سے گراکر وہ کنوتي کا بدلنا
مارا تھا قدم اوسنے شجاعت کے چلن پر
یوں گھوڑے پہ جاتا تھا اسد جیسے ھرن پر

لڑنے میں سمجھتا تھا فرس دل کا اشارہ
رھوار نے کچلا اوسے حُر نے جسے مارا
وہ جست وہ چھل بل وہ ڈپٹ اور وہ طرارا
مڑنے میں نظر شوخ کي اوڑنے میں چکارا
ایسا تو سبک رو فرس برق سفر ھو
پتلی پہ ھر پتلي تو نہ آنکھوں کو خبر ھو

سکتہ تھا ہراک دلپہ عجب ضرب پڑي تھي
پروزے کیا اوسکو بھي زرہ لاکھہ کڑي تھي

جو دشمن دین تھا اُسے پہچانتي تھي وہ
مغفر کو حباب لب جو جانتي تھي وہ
چار آئینۂ و خود کو کب مانتي تھي وہ
ہر وار میں جوشن کا جگر چھانتي تھي وہ

اژدر تھا کہ تلوار تھي دم تھا کہ ستم تھا
تابیں تھیں کہ گھر موت کا پاني تھا کہ سم تھا

بے حال عدو ہول کے مارے نظر آئے
جو گھاٹ پہ تھے گور کنارے نظر آئے
جب سن سے چلي صاف شرارے نظر آئے
جوہر کبھي چمکے تو ستارے نظر آئے

اُس تیغ کا پھل کھا کے عدو خوں میں تپاں تھے
جب سامنے تیغ آگئي سب پھول خزاں تھے

گر حلق کے نزدیک کبھي دل کے برابر
پاني میں اثر زہر ہلاہل کے برابر

هر بار تها حمله عمر سعد نحس پر
آڑ جاتا تها سر تیغ چمک جاتي تهي جسپر
رعب اُسکا نه چهایا هوا تها فوج میں کسپر
بهاگڑ میں یه گرتا تها جو اُسپر تو وه اِسپر
سر پاؤں تلے لپٹتے تهے بیداد گرونکے
تکرانے سے بال آگئے کاسوں میں سرونکے

غل تها که شجاعت کا دهني کهتے هیں اسکو
تلوار یه هے تیغزني کهتے هیں اسکو
دل توڑ دئے صف شکني کهتے هیں اسکو
ششدر هیں پرے پنجتني کهتے هیں اسکو
حیدر کے معجزوں میں نیا ڈهنگ هے اسکا
جو راکب و مرکب هے وه چوررنگ هے اسکا

بے سر نظر آیا وه جسے پا گئي شمشیر
دم بهر میں لهو خاک په برسا گئي شمشیر
چمکي تو اُدهر اور اِدهر آگئي شمشیر
کیا منهه تها که فولاد کو بهي کها گئي شیمشر

چو رنگ کے دو ھاتھہ جدھر چھوڑ کے نکلا
جب شیر سا نکلا تو صفیں ترڑ کے نکلا
تلوار چمکتي تھي صف لشکر کس پر
گھوڑے کے کھیں پانوں نہ لگتے تھے زمیں پر

لشکر سے جو نکلا وہ قریب آکے نہ ٹھہرا
تلوار کا اک وار کوئي کھاکے نہ ٹھہرا
چھرے پہ سیہ کار سپر لاکے نہ ٹھہرا
نا مرد لڑائي کي جگھہ پاکے نہ ٹھہرا
جم جائے جہاں کوہ وھاں کاہ سے کیا ھو
جب شیر کو غیظ آئے تو روباہ سے کیا ھو

کس صف پہ چلي تیغ کہ آفت نہ دکھائي
کس غول پہ چمکي کہ قیامت نہ دکھائي
کس کس کو پري بنکے شرارت نہ دکھائي
حلوہ کیا سو بار پہ صورت نہ دکھائي
پھل اسکا نظر بندي اعدا پہ تلا تھا
اسمیں کوئي پردہ نہیں منھہ صاف کھلا تھا

انتخاب از مراثي مير انيس

لاشوں کو اٹھا لیگئے جب قبلہ عالم
چھیڑا حُر جرار نے شبدیز صبادم
بھائي کا بھي اندوہ تھا بیٹے کا بھي تھا غم
پر صبر تو دیکھو نہ آنکھیں ھوئیں پر نم
چمکا کے فرس لڑنے لگا فوج گراں سے
مڑ کر بھي نہ دیکھا کہ گیا کون جہاں سے

اللہ رے مہمان شہ دین کي لڑائي
فرصت نہ سنبھلنے کي خطاکاروں نے پائي
اک برق گري تیغ چمک کر جدھر آئي
برباد کیا پھونک دیا آگ لگائي
پاني میں وہ آتش تھي کہ گھبراتے تھے اعدا
چلتے ھوئے دوزخ میں جلے جاتے تھے اعدا

چلنے سے اگر تیر کوئي جوڑ کے نکلا
انبوہ سے شبدیز کو یہ موڑ کے نکلا

تسکین شہود حق سے ہوتي ہے نصیب
اٹھ جائے نظر سے خلق تب بیٹھ سکے

پیري چلي اور گئي جواني اپني
اے درد کہاں ہے زندگاني اپني
کل اور کوئي بیاں کریگا اسکو
کہتے ہیں اب آپ ہم کہاني اپني

تیرے لئے درد کي کسي سے نہ بني
بہتیروں نے چاہا پہ سبھي سے نہ بني
یہ خانہ خراب رفتہ رفتہ آخر
ایسا بگڑا کہ اپنے جي سے نہ بني

کچھ آپ ہي گراکے آپ ہي کچھ چنتا ہے
کہتا ہے کچھ آپ آپ ہي کچھ سنتا ہے
اے درد ہمیشہ یہ دل دیوانہ
کیا کچھ ادھیڑتا اور بنتا ہے

آرام نه دن کو بیقراري کے سبب
نے رات کو چین آه و زاري کے سبب
واقف نه تھے هم تو ان بلاؤں سے کبھي
یه کچھه دیکھا سو تیري یاري کے سبب

اے درد یه درد جي سے کھونا معلوم
جوں لاله جگر سے داغ دھونا معلوم
گلزار جہاں هزار پھولے لیکن
میرے دل کا شگفته هونا معلوم

جب سے توحید کا سبق پڑھتا هوں
هر حرف میں کتنے هي ورق پڑھتا هوں
اِس علم کي انتہا سمجھنا آگے
اے درد ابھي تو نام حق پڑھتا هوں

کب جس میں هو دنیا کي طلب بیٹھه سکے
جس دل میں هوس بھري وه کب بیٹھه سکے

انتخاب از رباعیات درد

مدت تئیں باغ و بوستاں کو دیکھا
یعني که بہار اور خزاں کو دیکھا
جوں آئینه کب تلک پریشاں نظري
اب موند ئیے آنکھ بس جہاں کو دیکھا

پیدا کرے ہر چند تقدس بندہ
مشکل ہے که حرص سے ہو دل برکندہ
جنت میں بھي اکل و شرب سے کب ہے نجات
دوزخ کا بہشت میں ہوگا دھندا

ہم نے بھي کبھي جام و سبو دیکھا تھا
جو کچھہ که نہیں ہے روبرو دیکھا تھا
اُن باتوں کو اب جو غور کریئے اے درد
کچھہ خواب سا تھا که وہ کبھو دیکھا تھا

حصہ دوم

نظـــم

———

حصہ دوم

(نظم)

انٹرمیڈیٹ

منتخبات اُردو

حصۂ دوم - نظم

مطبع جامعۂ کلکتہ میں طبع ہوا

سنہ ۱۹۳۸ ع